ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان
رجب المرجب 1441ھ | مارچ 2020ء
3

عزم وہمت اور صبر و استقامت کے
90 سال

شہداء تحریک ختم نبوت 1953 کے قاتلوں کا انجام

بلاشبہ اس وقت تحریک پسپا ہوگئی، خواجہ ناظم الدین کی برطرفی کے بعد لادین عناصر کا حوصلہ بڑھ گیا، ملک غلام محمد نے انقلاب کیا تو سردار عبدالرب نشتر کو بھی ان کے اسلامی ذہن کی پاداش میں کابینہ سے حذف کر دیا۔ میاں مشتاق احمد گورمانی وزیر داخلہ تھے، مولانا ظفر علی خاں کی شدید علالت کے پیش نظر راقم انہیں مولانا اختر علی خاں کی رہائی پر آمادہ کر رہا تھا کہ ان کے دولت کدہ پر سکندر مرزا آگئے۔ مرزا ان دنوں ڈیفنس سیکرٹری تھے، انہیں معلوم ہوا کہ مولانا اختر علی خاں کی رہائی کا مسئلہ ہے تو بھڑک اٹھے۔ فرمایا کہ وہ رہا نہیں ہو سکتے۔ راقم نے عرض کیا کہ ان کے والد بیمار ہیں۔ کہنے لگے کہ وہ خود تو بیمار نہیں۔ راقم نے کہا، ان کے والد کی عظیم خدمات ہیں۔ اسی کے پیش نظر اختر علی خاں کو رہا کر دیا جائے۔ سکندر مرزا نے باپ اور بیٹے دونوں کو گالی لڑھکا دی اور کہا ’’دونوں کو مرنے دو‘‘۔ راقم نے مرزا صاحب کو ٹوکا کہ ہفتہ پہلے آپ کا بیٹا ہوائی حادثہ میں موت کی نذر ہو گیا ہے۔ اس قسم کے الفاظ آپ کو نہ بولنا چاہییں گورمانی صاحب نے راقم کے تیور دیکھ کر صحبت ختم کر دی۔ لیکن مرزا صاحب نے فرمایا یہ کابینہ کی غلطی ہے کہ اس نے ان ملاؤں کو پھانسی نہیں دی۔ ہمارے مشورے کے مطابق پندرہ بیس علماء کو دار پر کھنچوا دیا جاتا یا گولی سے اڑا دیا جاتا تو اس قسم کے جھمیلوں سے ہمیشہ کے لیے نجات ہو جاتی۔ جس صبح دولتانہ وزارت برخاست کی گئی اس رات گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں سکندر مرزا کا ایک ہی بول تھا مجھے یہ نہ بتاؤ کہ فلاں جگہ ہنگامہ فرو ہو گیا یا فلاں جگہ مظاہرہ ختم کر دیا گیا۔ مجھے یہ بتاؤ وہاں کتنی لاشیں بچھائی ہیں۔ کوئی گولی بیکار تو نہیں گئی۔ عبدالرب نشتر راقم کے بہترین دوست تھے ان سے اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو فرمایا۔ جن لوگوں نے شیدائیان ختم نبوت کو شہید کیا اور ان کے خون سے ہولی کھیلی ہے میں اندرخانہ کے رازدار کی حیثیت سے جانتا ہوں کہ ان پر کیا بیت رہی ہے۔ اور وہ کن حادثات و سانحات کا شکار ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کے قلوب کا اطمینان سلب کر لیا اور ان کی روحوں کو سرطان میں مبتلا کر دیا ہے۔

شورش کاشمیری مرحوم

(تحریک ختم نبوت صفحہ 142، اشاعت اوّل، 1976ء)

تحفظِ ختمِ نبوت کانفرنس

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ بخاری دامت برکاتہم العالیہ
ابن امیرِ شریعت
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

بمقام
ایوان احرار
69-C
نیو مسلم ٹاؤن
وحدت روڈ لاہور

بتاریخ
15 مارچ 2020
اتوار
بعد نماز مغرب

سیاسی جماعتوں کے راہنما، ممتاز علماء کرام، مشائخ عظام
دینی جماعتوں کے قائدین، دانشور اور زعمائے ملت
** خطاب فرمائیں گے **

برائے رابطہ
0300-4240910
0300-4037315
042-35912644

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام لاہور

شہداء ختم نبوت کی یاد میں

تقاریب کے سلسلہ میں ''شعری نشست''

5 مارچ 2020ء بروز جمعرات 8 بجے شب / دفتر احرار جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی

مہمان خصوصی: جناب شیخ عبدالغنی

صدارت: جناب اکرام الحق سرشار

مہمان خصوصی: جناب قاری سعید ابن شہید

مہمان اعزاز: جناب محمد حنیف صوفی

مہمان گرامی: جناب محمود احمد محمود

ابتدائیہ: جناب عبداللطیف خالد چیمہ

مہمان اعزاز: جناب نادر صدیقی

شعراء کرام:
- جناب محمود غزنی
- جناب اسلم غزالی
- جناب سفیان آفاقی
- جناب بدر سیماب
- جناب صفی ہمدانی
- جناب محمد نعیم بھٹی
- جناب وحید عاجز
- جناب شاہد رضوان

میزبان: حافظ محمد عابد مسعود، سلمان بشیر، محمد قاسم چیمہ

منجانب: حلقہ علم و فن چیچہ وطنی

رابطہ: 0301-6521353

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 31 شمارہ 03 مارچ 2020ء / رجب المرجب ۱۴۴۱ھ

Regd.M.NO.32

تشکیل

اداریہ:	شہدائے ختم نبوت مارچ 1953ء	عبداللطیف خالد چیمہ	2
//	ہیں احرار پھر تیز گام، اللہ اللہ!		
سرکلر:	مرکزی سرکلر بنام ماتحت مجالس	عبداللطیف خالد چیمہ	4
دین و دانش:	''سورۃ البینۃ''......اصحابِ تشکیک کے لیے نسخۂ شفا	مولانا مفتی محمد عبداللہ شارق	5
//	نور العیون فی سیرۃ الامین المامون صلی اللہ علیہ وسلم (قسط:۵)	علامہ ابن سید الناس رحمہ اللہ تعالیٰ ترجمہ: ڈاکٹر ضیاء الحق قمر	16
//	بقول سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اللہ کا فیصلہ تھا	شاہ بلیغ الدین رحمہ اللہ	20
//	خلافتِ راشدہ کے دو آفتاب صفت ستارے	بنت حافظ محمد طارق	22
//	تین باتیں (اصلاح معاشرہ کی طرف ایک قدم)	ادارہ	24
//	ماہِ رجب اور واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	ڈاکٹر مفتی محمد نجیب قاسمی سنبھلی	25
افکار:	ڈاکٹر لال خان کی کلمہ طیبہ اور انقلاب زندہ باد کے نعروں میں رخصتی	ڈاکٹر عمر فاروق احرار	31
//	ایک افسانہ ایک حقیقت	حبیب الرحمٰن بٹالوی	33
//	دورِ جدید کی غلامی	منصور اصغر راجہ	35
ادب:	حمد	صوفی غلام مصطفی تبسم مرحوم	38
//	شانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	فیاض عادل فاروقی	38
//	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	ماہر القادری	39
//	طالوتِ گرامی	مولانا منظور احمد آفاقی	40
//	گلہائے عقیدت بحضور امیر شریعت رحمہ اللہ	قاری محمد اکرام	41
تاریخ احرار:	جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کا ۱۹۷۴ء میں گمٹی بازار لاہور میں درسِ قرآن	عبدالکریم قمر	42
//	روداد فسادات فرخ نگر (جولائی ۱۹۴۴ء) قسط:۱	مرتب: ماسٹر تاج الدین انصاری رحمہ اللہ	46
آپ بیتی:	میرا افسانہ (قسط:۱۸)	مفکر احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ	53
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	مبصر: صبیح ہمدانی	59
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	60
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	64

فیضانِ نظر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی

ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید عطاء اللہ ثالث بخاری

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ——— 300/- روپے

بیرون ملک ——— 5000/- روپے

فی شمارہ ——— 30/- روپے

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎ 061-4511961

www.ahrar.org.pk

www.alakhir.com

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام پاکستان

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

شہداء ختم نبوت مارچ 1953ء

عبداللطیف خالد چیمہ

طویل قربانیوں کے بعد اسلام کے نفاذ کے نام پر یہ وطن عزیز ’’پاکستان‘‘ معرض وجود میں آیا تو اینٹی پاکستان قوتوں نے اپنا کھیل کھیلنا شروع کر دیا، جن میں قادیانی گروہ سرِ فہرست ہے، پاکستان کے قادیانی وزیر خارجہ آنجہانی موسیو ظفر اللہ خاں نے وزارت خارجہ کے قلمدان سے فتنہ اِرتداد مرزائیہ کو پروموٹ کیا اور بیرون ممالک سفارت خانوں کو قادیانی تبلیغ کے اڈوں میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔ قادیانی سربراہ مرزا بشیر الدین محمود نے بلوچستان کو ’’احمدی سٹیٹ‘‘ بنانے کی بات کی اور 1952ء کو قادیانیت کا سال قرار دیا، 1952ء ختم ہونے پر بانیٔ احرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا کہ اب 1953ء ہمارا سال ہے، مجلس احرار اسلام جو انتخابی سیاست سے علیحدگی کا اعلان کر چکی تھی کہ مسلم لیگ اپنے ’’اسلامی پاکستان‘‘ کے ایجنڈے کو آسانی سے آگے بڑھائے اور احرار پر یہ الزام نہ لگے کہ انہوں نے ہمیں کام نہیں کرنے دیا۔ احرار ساری صورتحال پر نظر رکھے ہوئے تھے، جب پانی سر سے گزرنے لگا تو ملک کے تمام مکاتب فکر کو کراچی میں اکٹھا کر کے ’’آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت‘‘ کا قیام عمل میں لایا گیا، بریلوی مکتب فکر کے سرکردہ رہنما حضرت مولانا سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کو مجلسِ عمل کا سربراہ بنایا گیا اور درج ذیل مطالبات حکمرانوں کے سامنے رکھے۔

☆ لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

☆ مسٹر ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے الگ کیا جائے۔

☆ قادیانیوں کو سول اور فوج کے کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے۔

☆ ربوہ کی بقیہ اراضی پر مہاجرین کو آباد کیا جائے۔

حاجی نمازی حکمرانوں نے اہل وطن کے مطالبات تسلیم کرنے کی بجائے یہ کہا کہ اِس سے ’’امریکہ ہماری گندم بند کر دے گا‘‘۔ (آج کہا جا رہا ہے کہ ڈالر بند کر دے گا) مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے راست اقدام کا فیصلہ کیا اور سربکف ہو کر میدان عمل میں کود پڑے۔ کراچی، ملتان، ساہیوال، لاہور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، فیصل آباد اور دیگر مقامات پر گرفتاریوں سے جیلیں بھر گئیں، تحریک زور پکڑ گئی اور نشۂ عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار دیوانے سینہ سپر ہو کر گولیاں کھاتے رہے۔ حکومت نے ظلم و جبر کی اِنتہا کر دی، مارشل لاء کا جبر بھی پاکستان کی تاریخ میں سب سے پہلے لاہور میں تحریک ختم نبوت پر ہی آزمایا گیا۔ 5 اور 6 مارچ 1953ء کو سب سے زیادہ گولی چلی، لاہور کے مال روڈ کو شہداء کے خون سے لہولہان کر دیا گیا اور وطن عزیز عالمی استعمار کی مستقل آماجگاہ بنا دیا گیا جس کا نتیجہ آج سب کے سامنے ہے۔ کم و بیش دس ہزار نہتے مسلمانوں کو اس لیے ذبح کر دیا گیا کہ وہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت و ختم نبوت کا آئینی حق مانگتے تھے، اِنہی شہداء ختم نبوت کو مارچ میں ہر سال خراج عقیدت پیش کر کے ہم لہو گرم رکھنے کا بہانہ تلاش کرتے ہیں۔ احرار کے خون میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد رچ بس چکی ہے، جس سے الگ رہنا ہماری موت ہے، ہم زندگی کو خونِ شہیداں کی روشنی سے منور کیے ہوئے ہیں اور کسی مصلحت یا مفاد کو آڑے نہ آنے دینے کی پریکٹس ساتھ ساتھ کرتے بھی رہتے ہیں اور ہوتی بھی رہتی ہے، اِنہی حوالوں سے ہم مارچ 1953ء کی

تحریک میں مارچ پاسٹ کرنے اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والوں کی یاد میں مارچ 2020ء میں شہداء ختم نبوت کانفرنسوں کے ذریعے تجدید عہد کریں گے کہ احرار کے لگائے ہوئے اس پودے کی آبیاری میں ہی زندگی گزار دیں گے (ان شاء اللہ)

مجلس احرار اسلام کی جملہ ماتحت شاخوں کو اس موقع پر ہدایت کی جاتی ہے کہ 6/مارچ کو ''یوم شہداء ختم نبوت'' کے پروگرام رکھیں اور خطبات جمعۃ المبارک کے موقع پر تحریک ختم نبوت کے مطالبات آگے بڑھائیں اور قادیانی ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کریں۔ نیز تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اور خُطباء عظام کو متوجہ فرمائیں کہ 6/مارچ یوم شہداء ختم نبوت ہے، لہٰذا اپنے اپنے خطبات کو شہداء کے نام منسوب کیا جائے۔ وما علینا الا البلاغ

ہیں احرار پھر تیز گام، اللہ اللہ!

مجلس احرار اسلام پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت نے آنے والے دنوں میں اپنی سرگرمیاں تیز کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور حسب سابق مارچ، اپریل میں تربیتی پروگراموں کا اعلان کیا ہے۔ مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی، ساہیوال، بورے والا، کمالیہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، پیر محل اور میاں چنوں کے رفقاء احرار کا ایک روزہ تربیتی کنونشن، 28/فروری جمعۃ المبارک کو 9 بجے صبح تا نماز مغرب احرار کے زونل آفس جامع مسجد چیچہ وطنی میں منعقد ہوا جس میں مرکزی و علاقائی و مقامی رہنماؤں نے فکری و تحریکی اور تنظیمی و تاریخی موضوعات پر خطاب کیا، جبکہ علاقائی ذمہ داران نے اپنے اپنے علاقوں کی کارگزاری اور کام کی رفتار کا جائزہ پیش کیا۔ 4/مارچ کو مرکزی دفتر احرار دار بنی ہاشم ملتان میں سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس ہوگی۔ 5/مارچ بعد نماز عشاء دفتر احرار چیچہ وطنی میں حلقہ علم و فن چیچہ وطنی کی جانب سے شہداء ختم نبوت کو منظوم خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ایک منفرد مشاعرہ ہوگا جس میں ممتاز شعراء کرام اور سخن ور اپنا اپنا کلام پیش کریں گے، یہ پہلا موقع ہے کہ مارچ میں شہداء ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ایک خصوصی محفل مشاعرہ کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ 8,7,6/مارچ کو جنوبی پنجاب کے ذمہ داران احرار کا کنونشن دار بنی ہاشم ملتان میں ہوگا جبکہ بالائی اور وسطی پنجاب کے احرار ذمہ داران کا کنونشن مرکزی دفتر لاہور میں 15,14,13/مارچ کو ہوگا، اسی روز بعد نماز ظہر جماعت کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوگا جبکہ اتوار کو ہی بعد نماز مغرب سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس مرکزی دفتر احرار لاہور میں ہوگی۔ 16/مارچ بعد نماز مغرب ناگڑیاں (ضلع گجرات) میں شہداء ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوگی۔ 28/مارچ تا 5/اپریل دورہ تربیت المبلغین مرکزی دفتر لاہور میں ہوگا جس میں احرار رہنماؤں کے علاوہ مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالرؤف فاروقی، جناب محمد متین خالد اور دیگر سکالرز کے لیکچرز ہوں گے۔ اساتذہ کرام کی تربیت کے لیے دورہ تربیت المعلمین 6/اپریل پیر تا 8/اپریل بدھ مرکزی دفتر لاہور میں طے پایا ہے اس تین روزہ تربیتی پروگرام میں مدارس الاحرار میں پڑھانے والے قابل قدر اساتذہ کرام کی تربیتی و مشاورتی نشستیں منعقد ہوں گی اور ان کو تازہ صورتحال کے حوالے سے بریفنگ دی جائے گی۔ مجلس احرار اسلام نے فیصلہ کیا ہے کہ مارچ، اپریل کے مہینوں میں ملک بھر میں شہداء ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد کیا جائے گا اور قادیانیوں کی ملکی و بین الاقوامی ریشہ دوانیوں کے حوالے سے عوام کے لیے آگاہی مہم بھی چلائی جائے گی۔ قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری پیرانہ سالی اور مختلف عوارض کی وجہ سے سفر نہیں کر رہے۔ وہ علیل ہیں انہوں نے بزرگوں دوستوں اور ساتھیوں سے درخواست کی ہے کہ وہ میری عافیت وصحت کے لیے دعا فرمائیں، آنے والے دنوں میں مجلس احرار اسلام کی موجودہ قیادت تحریک ختم نبوت کو جدید بنیادوں پر استوار کرنے کا عزم لے کر آگے بڑھ رہی ہے، تمام ساتھیوں سے درخواست ہے کہ وہ علاقائی سطح پر اپنے کام کو مزید بہتر بنانے کے لیے کوشاں ہو جائیں اور جماعت کے مراکز سے رابطے کے ساتھ ساتھ دامے، درمے، سخنے تعاون فرمائیں اور اللہ سے اجر پائیں، اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو، آمین یارب العالمین

مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ایوانِ احرار: C/69 نیو مسلم ٹاؤن، وحدت روڈ لاہور

مرکزی سرکلر بنام ماتحت مجالس
2020/2

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ............................مزاج گرامی!

19/جنوری 2020ء کو مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوری کے اجلاس، دار بنی ہاشم ملتان میں جماعت کے مرکزی بیت المال کو منظّم و مضبوط کرنے کے لیے متفقہ فیصلہ کیا گیا تھا۔ اجلاس میں مختلف جماعتوں / شاخوں کے ذمہ داران نے مرکزی فنڈ میں رقوم جمع کرانے کا وعدہ کیا تھا۔ جو اس سال کے آخر (دسمبر 2020ء) تک ہر حال میں لازماً جمع کروانی ہیں۔ اس کام کے لیے مرکزی نائب ناظم جناب میاں محمد اویس کو مسئول مقرر کیا گیا ہے۔ آنجناب سے درخواست ہے کہ اپنی مقررہ رقم متعینہ مدت کے اندر جمع کروائیں اور مرکزی بیت المال کو مزید مستحکم بنانے کا ذریعہ بنیں۔ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ جن ماتحت شاخوں نے ابھی تک مرکزی فنڈ کے لیے سالانہ رقم کا وعدہ نہیں کیا وہ جناب میاں محمد اویس سے رابطہ کر کے اپنی سالانہ رقم کا اندراج کروائیں، اس کام میں غفلت اور سستی ہرگز نہ کی جائے، تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کے حامی و ناصر ہو۔ آمین یارب العالمین! فقط والسلام

عبداللطیف خالد چیمہ
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان
موبائل: 0300-6939453

نوٹ: آپ کی شاخ کی رقم.................... ہے

رابطہ
جناب میاں محمد اویس (مسئول مرکزی بیت المال)
دفتر مجلس احرار اسلام، 69۔سی، نیو مسلم ٹاؤن، وحدت روڈ لاہور
موبائل: 0300-4240910

''سورۃ البینۃ''......اصحابِ تشکیک کے لیے نسخۂ شفا

مولانا مفتی محمد عبداللہ شارق

''سورۃ البینۃ'' کی تفسیری مشکلات:

متاخرین اہلِ تفسیر میں سے بعض حضرات کو ''سورۃ البینۃ'' کی ابتدائی چند آیات کے ایک ''منظم ومربوط معنی'' کا تعین کرنے میں کچھ ابہامات اور اشکالات پیدا ہوئے ہیں اور علامہ آلوسی نے امام واحدی سے نقل کیا ہے کہ یہ مقام قرآن کے ''اصعب'' (نسبتاً مشکل) مقامات میں سے ایک ہے (۱)۔ نیز خود راقم کو بھی اس مقام پر کسی منظم، بے تکلف اور بے ساختہ مفہوم ومراد کا تعین کرنے اور اس کی سبق آموزی کو سمجھنے میں دقت پیش آتی رہی۔ امام رازی سے لے کر اردو کے معاصر مفسرین تک بعض حضرات نے گو خود ابہامات کا اظہار کرنے والوں پر حیرت کا اظہار کیا اور لکھا کہ یہاں کوئی ابہام نہیں ہے (۲)، لیکن راقم کو اس سلسلہ میں سب سے زیادہ تشفی جس کتاب سے حاصل ہوئی، وہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تفسیر ''فتح العزیز'' ہے، جس میں کوئی نیا قول اختیار کرنے کی بجائے ماضی کے اہلِ علم کا ہی ایک قول اختیار کیا گیا اور مثال کے ذریعہ اس کی توضیح کا حق ادا کیا گیا جسے پڑھ کر بے اختیار علامہ انور شاہ کشمیری کا قول یاد آیا کہ اگر تفسیرِ عزیزی مکمل ہو جاتی تو سب تفاسیر سے بے نیاز کر دیتی۔

قرآنی مشکلات کی نوعیت وحقیقت، بہت دفعہ ''آنکھ اوجھل، پہاڑ اوجھل'' کی طرح ہوتی ہے یعنی اپنے علم وتجربہ کی کمی کی وجہ سے آدمی ایک پہاڑ جیسے نکتہ کو فراموش کر رہا ہوتا ہے اور اسی کی وجہ سے ذہنی اختلال پیدا ہوتا ہے، پھر جیسے ہی وہ نکتہ سامنے آتا ہے، ساری الجھن دور ہو جاتی ہے۔ ''سورۃ البینۃ'' کی ابتدائی آیات کا معاملہ بھی یہی ہے، ان میں سے سب سے پہلی آیت کا مفہوم سمجھنے میں عموماً ابہام پیدا ہوتا ہے اور پھر وہی ابہام باقی آیات کے ربطِ معانی کو سمجھنے میں بھی مخل ہوتا ہے۔ ہم یہاں دیگر مفسرین کی توضیحات کے ''مالہ وماعلیہ'' کی طرف جانے کی بجائے ابہامات سے معرّیٰ صرف اس مفہوم کی توضیح پر اکتفاء کریں گے جو تفسیرِ عزیزی کی مدد سے سمجھ میں آیا ہے۔ واضح رہے کہ تفسیرِ عزیزی میں ''سورۃ البینۃ'' کی توضیح کے ضمن میں جو قول اختیار کیا گیا ہے، وہ کوئی نیا قول نہیں، بلکہ صرف تعبیر میں تازہ اور سہل محسوس ہوتا ہے۔ نیز یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہاں جو کچھ عرض کیا گیا ہے، وہ سب کا سب تفسیرِ عزیزی سے ماخوذ نہیں، بلکہ تفسیرِ عزیزی کا کردار صرف یہ ہے کہ اس سے اس بنیادی ابہام کو دور کرنے میں مدد ملی ہے جو یہاں خلجان کا باعث بنتا ہے، باقی جو کچھ یہاں عرض کیا گیا ہے، وہ راقم کی طرف سے ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں سورۃ البینۃ کا ذکر:

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ ''مجھے اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے ''سورۃ البینۃ'' پڑھوں، انہوں نے عرض کیا کہ کیا میرا نام لیا ہے؟ فرمایا: جی ہاں، یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اپنی اس عزت افزائی پر وفورِ جذبات کی وجہ سے رونے لگے۔'' (۳)

آیئے اس عظیم الشان سورہ کے معانی ومفاہیم اور متعلقات پر کچھ غور کرتے ہیں۔

ابتدائی تین آیات:

ارشاد ہے:

''لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ° رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ° فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ °''

یعنی ''مشرکین اور اہلِ کتاب میں سے جو مرتکبینِ کفر ہیں، یہ اپنی روش سے باز آنے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے پاس کوئی بینہ (یعنی دلیلِ روشن اور حجتِ واضحہ) نہ آجائے، سو (یہ دلیل آچکی ہے) یہ اللہ کا رسول موجود ہے جو ان پاک صحیفوں کی تلاوت کرتا ہے جن میں نہایت مستقیم باتیں تحریر ہیں۔''

مفسرین کی ایک جماعت کے مطابق اولین آیت کا مفہوم اور پس منظر یہ ہے کہ نزولِ قرآن سے قبل ماضی قریب کے زمانہ میں اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) اور مشرکین کی کٹ حجتی اپنی انتہاء کو پہنچ چکی تھی، نصیحت وموعظت کی باتیں ان کے لیے بے اثر ہو چکی تھیں اور کسی بھی مصلحانہ آواز کے جواب میں ان کی ایک ہی رٹ ہوتی تھی کہ جب تک حجتِ واضحہ اور کوئی رسول نہ آجائے ہم اپنی ڈگر سے باز آنے والے نہیں، نیز اپنے ضمیر کو بھی وہ یہی سمجھا کر مطمئن کر لیا کرتے تھے کہ چونکہ ہمارے پاس کوئی نبی موجود نہیں جو ہماری صحیح راہ نمائی کرے، اس لیے ہم کسی حکم کے مکلّف اور پابند نہیں۔ سو اولین آیت میں اہلِ کفر کو اپنی اسی سابقہ کیفیت کی یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ وہ کس طرح نبی کی غیر موجودگی کا بہانہ بنا کر اپنی گم راہی کو جواز دیا کرتے تھے۔

بعثتِ محمدی سے قبل طالبین کے لیے سامانِ ہدایت موجود:

واضح رہے کہ بعثتِ محمدی سے قبل اہلِ کتاب سب کے سب گم راہ نہیں ہو گئے تھے، بلکہ ان میں دینِ حنیف کی اتباع کرنے والے اکا دکا صالح نمونے موجود رہے جس کی تصریح قرآنِ پاک میں بھی موجود ہے، جبکہ خود مشرکین میں بھی ایسی مثالیں اخیر دور تک موجود رہی تھیں، مثلاً زید بن عمرو بن نفیل جن کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق کی دختر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں کہ میں نے زید کو خود دیکھا کہ وہ کعبہ کی دیوار سے پشت لگا کر کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ''اے جماعتِ قریش! میرے سوا تم میں سے کوئی شخص دینِ ابراہیم پر نہیں''۔ یہ موحّد تھے، خدا ترس تھے اور ان بچیوں کی کفالت اپنے ذمہ لے لیا کرتے تھے جنہیں ان کے باپ قتل کرنے کے درپے ہوتے، لیکن بلوغت کے بعد ان کے باپوں کو اجازت ہوتی کہ چاہیں تو اپنے پاس لے جائیں ورنہ یہیں رہنے دیں (۴)۔ نیز بتوں کے نام پر جانور ذبح کرنے پہ نکیر کرتے تھے اور خود ان کا گوشت کھانے سے پرہیز کرتے تھے (۵)۔ نیز بنو اسماعیل سے ظاہر ہونے والے نبی کے انتظار میں رہتے تھے (۶)۔ تاہم یہ زید بن عمرو جناب رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل وفات پا گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از بعثت ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی (۷)۔ ان کے بیٹے سعید بن زید نے اسلام قبول کیا اور وہ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔

ہم یہاں عرض یہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ ان جیسے صالحین اخیر دور تک اہل کتاب میں بھی رہے اور مشرکین میں بھی، لیکن ان جیسوں کی مصلحانہ آوازیں اپنی قوم کے اندر کوئی خاص اثر نہیں رکھتی تھیں اور قوم کی طرف سے ان کے جواب میں مختلف حیلے بہانے بنائے جاتے تھے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جب تک ان کے پاس حجتِ واضحہ اور دلیلِ روشن نہیں آجاتی یا وہ رسول نہیں آجاتا جس کا ذکر اہلِ کتاب کے ہاں موجود ہے، ہم کسی صورت اپنی روش سے باز آنے والے نہیں۔ وہ یہ بات نظر انداز کر دیتے تھے کہ ہر دور میں ہر علاقہ کے اندر کسی رسول کا موجود ہونا اور اس کا ہر ہر آدمی کے دروازہ پر بار بار خود چل کے جانا ضروری نہیں، بلکہ انسان کے پاس کسی بھی طریقہ سے نبی کی دعوت کا پہنچ جانا، حق کا منکشف ہو جانا

اوراس حوالہ سے سوچنے کا داعیہ دل میں پیدا ہو جانا خود اس کو بھی ذمہ دار بنا تا ہے کہ وہ حق کے لیے پیش قدمی کرے۔

سو یہ دعوت اہلِ کتاب کے پاس بھی موجود تھی اور مشرکین کے اندر بھی آخر تک ایسے افراد موجود رہے جو یا تو بنی اسرائیل ہی کے انبیاء پر ایمان لے آ کر اپنی اصلاح کرتے رہے جس کی ایک واضح مثال مکہ ہی میں موجود ورقہ بن نوفل ہیں جو صحیح العقیدہ مسیحی تھے یا پھر اصل دینِ ابراہیمی کی پیروی کر کے اپنی اصلاح کرتے رہے جس کی واضح مثال زید بن عمرو بن نفیل ہیں۔ واضح رہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوتے تھے، اگر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی فرد نے انبیاءِ بنی اسرائیل کے زیرِ سایہ اپنی اصلاح کی تو یقیناً یہ بھی جنتی ہے لیکن وہ اس کا مکلّف نہیں، بلکہ زید بن عمرو بن نفیل جیسے لوگ بھی از روئے حدیث جنت ہی میں جائیں گے جنھوں نے دینِ ابراہیمی کے معلوم اجزاء کی پیروی کی۔

اہلِ کفر کی حیلہ سازی:

یہ حیلہ سازی کہ ہم کسی حجتِ واضحہ اور رسول کو دیکھے بغیر ایمان نہ لائیں گے، اپنی نوعیت کی کوئی منفرد حیلہ سازی نہیں جو اس دور کے اہلِ کفر نے اختیار کی تھی، بلکہ موجودہ دور کے منحرفین میں بھی اس کی مثالیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وہمہٗ ایں فرقہ ہا در بدعاتِ قبیحہ ورسومِ فاسدہ وعقائدِ باطلہ قسمی منہمک وفرورفتہ بودند کہ بہ پند ونصیحت ووعظ وارشاد واقامتِ دلائلِ عقلی وفہمانیدنِ قرائن وامارات اصلاً اصلاح پذیر نمی شدند وہمہ گفتند کہ بااوضاعِ قدیمہ خود رانمی گذرانیم تاحجتِ ظاہرہ ومعجزہ قاہرہ نہ بینیم وپیغمبرِ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کہ نعتِ اوراازکتبِ آسمانی بتواتر دریافتہ بودیم وازانبیائے پیشین شنیدہ مبعوث نشود، مارابرحقیقت کارما آگہی ندہد ماازوضع وآئینِ خوددرنمی گذریم'' (۸)

یعنی: ''مشرکین اور اہلِ کتاب کے یہ مختلف گروہ قبیح بدعات، رسومِ فاسدہ اور عقائدِ باطلہ میں اس حد تک منہمک اور غرق تھے کہ وعظ ونصیحت، عقلی دلائل اور قرائن شواہد سے بالکل نفع نہیں اٹھاتے تھے اور یہی کہتے تھے کہ ہم اپنی قدیم روش کو ہرگز نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ کوئی واضح اور مسکت دلیل ہم نہ دیکھ لیں اور وہ پیغمبرِ آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم آ کر ہمیں ہدایت کی راہ نہ بتائیں جن کی بشارت کتبِ آسمانی کے ذریعہ تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے اور انبیاء سابقین کے حوالہ سے ہم نے ان کے بارہ میں سنا۔''

نیز فرماتے ہیں:

''وایں حالتِ ایشاں مثل حالتِ فرقہ ہائے مختلف از امتِ پیغمبرِ ماا ست دریں زمانہ کہ طائفہ خود را صوفی قرار دادہ در بدعات منہمک گشتہ اند۔۔۔ وبرخی خودرا ازعلماء دانستہ بتزویر ومکر وحیلہ ہائے شرعی برمی آرند وروایاتِ نادرہ غریبہ مخالفِ اصول برائے طمعِ دنیا بمردم نشان میدہند، ہمہ ایں طوائف راچند بادلہءعقلیہ ونقلیہ فہمانیدہ شود کہ بر جادہءمستقیمہٗ محمدی استوارشوند وبدعاتِ موروثہٗ خودراترک نمایند اصلاً ممکن نیست جواب ایں ہمہ طوائف ضالہ در مقابلہ وعظ ونصیحت ہمگی یک حرف است کہ ایں وضع وآئین قدیم خودرابدون دیدنِ حجتِ ظاہر وخروج حضرت امام مہدی علیہ السلام وبیانِ شافی ایشاں ترک نمی کنیم پس مثل ایں حالت کہ قبل ازبعثتِ پیغمبرِ ما صلی اللہ علیہ وسلم درعالم بودحکمتِ الٰہی تقاضانمود کہ پیغمبرے بیاید کہ خودش حجتِ ظاہر باشد وازمرضِ جہالت ہمگناں رانجات بخشد'' (۹)

یعنی ''ان گم راہ فرقوں کی حالت خود اس امت کے مختلف فرقوں کی طرح تھی جو اس زمانہ میں موجود ہیں کہ ایک

جماعت خود کو صوفی قرار دے کر بدعات میں منہمک ہے یا کچھ لوگ جو خود کو علماء سمجھتے ہیں، مکر و تلبیس اور مختلف حیلوں کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور دنیا کے لالچ میں دین کی بنیادی تعلیمات کے برخلاف شاذ و عجیب وغریب قسم کی روایات لوگوں کو سناتے ہیں، یہ سب فرقے خواہ ان کو کتنا ہی دلائلِ عقلیہ ونقلیہ کے ساتھ سمجھایا جائے کہ راہِ محمدی پر مستقیم ہو جائیں اور اپنی موروثی بدعات کو ترک کر دیں، نہیں مانتے اور تمام تر وعظ ونصیحت کے جواب میں ان گم راہ فرقوں کا جواب یہی ہوتا ہے کہ اپنی پرانی طرز کو ہم نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ کوئی بلیغ حجت دیکھ لیں اور امام مہدی علیہ السلام کا بیانِ شافی نہ سن لیں، پس اسی طرح کی حالت ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل بھی عالم میں تھی اور حکمتِ الٰہی نے تقاضا کیا کہ ایک ایسا پیغمبر آ جائے جو اپنے وجود میں آپ حجت ہو اور سب کو جہالت کے مرض سے نجات دے۔''

اس تمہید کے بعد اگر سورت کی ان مذکورہ آیات کی طرف دیکھا جائے سو پہلی آیت میں جو کچھ مذکور ہے، وہ اہلِ کفر کے ایک بہانے کی حیثیت سے مذکور ہے اور ہماری ناقص سی نظر کے مطابق اس کی طرف اشارہ قرآنی لفظ ''مُنفَکِّینَ'' سے بھی ملتا ہے جو ''انفکاک'' سے ماخوذ ہے، ''انفکاک'' کے معنی کسی چپکی اور چمٹی ہوئی چیز کے جدا ہونے کے ہیں (۱۰)، اس لفظ میں ایک لطیف سا اشارہ محسوس ہوتا ہے کہ اہلِ کفر کسی علمی جواز کی بناء پر کفر کو صحیح نہیں سمجھتے تھے، بلکہ محض اپنی عصبیت کی وجہ سے اس کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے اور اس سے جدا ہونے کے لیے تیار نہ تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی پارسائی اور حق کے لیے اپنی فکرمندی کا اظہار بھی کرتے تھے کہ اگر کوئی نبی آ کر ہمیں سمجھائے تو ہم اپنی اس روش کو فوراً چھوڑ دیں۔ پہلی آیت کے اس مفہوم وپسِ منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اب آیئے دوسری آیت کی طرف۔

رسول کی آمد، بہانوں کا جواب!:

دوسری آیت میں کفار کو جواب دیا گیا ہے کہ تم اب تک تو اپنے کفر کا بہانہ یہ پیش کیا کرتے تھے کہ ہمارے سامنے کوئی رسول موجود نہیں کہ اس کی بات سن کر دین کے نام پر بولی جانے والی مختلف بولیوں میں سے ہم صحیح بات کا انتخاب کر لیتے، مگر اب یہ بہانہ چلنے والا نہیں، تمہارا یہ عذر ختم ہو چکا ہے۔ یہ دیکھو، یہ خدا کا رسول تمہارے سامنے موجود ہے جو پاک آسمانی صحیفوں کی تلاوت کر رہا ہے، سو جو حجت تم مانگا کرتے تھے، وہ آ چکی ہے۔

اس آیت میں جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں، قرآن اور صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کو بذاتِ خود ایک ''بینہ''، یعنی دلیل وحجت کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل بنیادی دعوت چند ایسے عام فہم اور بدیہی ونیم بدیہی امور پر مشتمل ہے، جن میں خود ہی دعویٰ اور خود ہی دلیل کی شان پائی جاتی ہے۔ یہ بات سچ ہے کہ قرآن کے متعدد جزوی مقامات پر عام انسان کو تفسیر میں قدرے مشکل پیش آئے، مگر قرآنی دعوت کے بنیادی اجزاء بالکل عام فہم ہیں اور ان کو ماننے کے لیے انسان کو عقلی بوکاٹے لڑانے سے زیادہ محض حقیقت پسند بننے اور تصدیقِ حق کا جذبہ خود میں ابھارنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی تیسری آیت میں یہی نہایت اہم بات ارشاد فرمائی گئی ہے کہ نبی جن صحیفوں کو پڑھ کر سنا رہا ہے، ان صحیفوں کا پیغام چند نہایت سیدھی سیدھی اور مستقیم باتوں پر مشتمل ہے۔ یہ بات بطورِ خاص ان لوگوں کے سمجھنے کی ہے جن کی ''مسئلہ تکفیر واتمام حجت'' کے نام سے کی جانے والی گفتگو سے بعض اوقات دین کے ایک ''پہیلی'' ہونے کا تاثر ملتا ہے۔ قرآن اور صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ایک حجت ہے اور یہ حجت اس وقت تک کے لیے دنیا میں موجود ہے جب تک قرآن دنیا میں موجود ہے اور صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثین دنیا میں موجود ہیں۔

نیز رسول کی آمد میں کس طرح حجیت کی ایک شان پائی جاتی ہے، اس کے لیے ایک اور پہلو پر غور کیجئے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل انبیاءِ سابقین کی دعوت دنیا سے مٹ نہیں چکی تھی، بلکہ وہ موجود تھی اور اس کی پیروی کرنے والے عملی نمونے بھی موجود تھے، چنانچہ نمونہ کے طور صرف مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تھوڑا سا قبل زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل جیسے لوگ دیکھے جاسکتے ہیں۔ پس اس وقت انسانوں میں سے جو شخص ہدایت کی طلب کرتا، اسے بھی بفضلِ الٰہی مایوسی نہیں ہوتی تھی۔ مگر ایک نئے رسول کا آنا اور ایک بے عیب، بے ریب، مدلل ومکمل کتاب کے ساتھ آنا ظاہر ہے کہ خدا کی طرف سے ایک رحمت ہے، کیونکہ رسول آکر جس طرح آسمانی پیغام کے زمینی وجود میں ایک نئی روح پھونک دیتا ہے، وہ جس طرح طالبین کا انتظار نہیں کرتا اور نہ ہی دوسروں کو سمجھانے کی ایک محدودسی کوشش کر کے بیٹھ جاتا ہے، بلکہ ایک مسلسل اور مربوط انداز میں بھرپور قوت کے ساتھ اپنی دعوت کو اٹھاتا ہے، بے طلبوں میں طلب جگاتا ہے، خود چل پھر کر لوگوں تک پیغامِ ہدایت پہنچاتا ہے اور پدرانہ شفقت کے ساتھ ترغیب وترہیب اور تدبیر وتنظیم کے ذریعہ ہدایت کا ایک عمومی ماحول قائم کرنے کی زبردست محنت کرتا ہے، اس راہ کی ہر مشکل کو خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہے اور یہی کام اس کا مشن ومقصدِ زندگی ہوتا ہے، نیز جس طرح خصوصا صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی کوششوں کو اس حوالہ سے خدا نے بارآور کیا اور توحید وخدا پرستی کے سورج کو سوا نیزے پر لا کھڑا کیا، یہ سب کچھ اپنے وجود میں ایک مستقل حجت اور رحمت کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ بھی ایک وجہ ہے قرآن اور صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کو ''بینۃ'' قرار دینے کی۔

ایک نحوی بحث:

مفسرین عام طور پر یہاں نحوی اعتبار سے لفظ ''رسول'' کو ''البینۃ'' کا ''بدل'' بناتے ہیں، جبکہ ایک قول اسے بدل کی بجائے مبتداء محذوف کی خبر بنانے کا بھی ہے (۱۱)، لیکن دونوں کے حاصلِ معنی میں کوئی فرق نہیں۔ اگر اسے ''ھذا محذوف'' کی خبر بنائیں تو بات واضح ہے کہ اولین آیت میں ان کے اس بہانہ کا ذکر ہے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل اپنی گمراہی کو جواز دینے کے لیے اختیار کیا کرتے تھے اور باقی دونوں آیات میں بتایا گیا ہے کہ وہ بہانہ اب ایکسپائر ہو چکا ہے کیونکہ رسول کی آمد ہو چکی ہے۔ جبکہ اگر اس کو ''بدل'' بنائیں تو دوسری اور تیسری آیت تفسیر ہوگی کفار کے مطالبہ کی کہ وہ کس قسم کی ''بینۃ'' کا مطالبہ کیا کرتے تھے اور مفہوم ہوگا کہ ''بینۃ'' سے ان کی مراد ایک ایسا رسول تھا جو آسمانی صحیفہ لے کر آئے اور دین کی باتوں کو سیدھے سیدھے انداز میں واضح کرے۔ اس صورت میں ابتدائی تینوں آیات کے اندر کفار کے ''بہانہ'' کا ذکر ہے، جبکہ اس کا کوئی جواب دینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ہے کیونکہ یہ سب کو نظر آرہا ہے کہ جس رسول کا مطالبہ وہ کر رہے تھے، وہ آچکا ہے اور یہ بھی کہ رسول اللہ کی غیر موجودگی کا بہانہ بنانے والوں نے رسول اللہ کی آمد کے بعد عمومی طور پر اس کے ساتھ کیا سلوک اختیار کیا۔ سو ''بدل'' کی رو سے ان تینوں آیات میں بہانہ کا ذکر ہے اور بہانہ کو ذکر کرنے کا انداز ایسا ہے کہ وہ اہلِ کتاب اور مشرکین کو اپنے سابقہ قول کی یاد دلا کر دعوتِ فکر بھی دیتا ہے اور ایک عام قاری کے سامنے ان کے انکار کی حقیقت کو بھی واضح کرتا ہے، گویا بہانہ کے ذکر میں بہانہ کا جواب ایک حسین طریقہ سے مضمر کر دیا گیا ہے۔

ان آیات میں سبق آموزی کا پہلو:

ہمارے لیے ان آیاتِ مبارکہ میں سبق آموزی کا پہلو یہ ہے کہ امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو لوگ آج دین بے زار ہوئے بیٹھے ہیں یا اپنے اپنے آبائی مسالک سے چمٹ کر انہی پہ اکتفاء کیے بیٹھے ہیں اور حق کو تلاش کرنے کے لیے ذرا بھی

ہاتھ پیر ہلانے کو آمادہ نہیں، بلکہ یہ کہہ کر خود کو معذور ٹھہرا لیتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی نبی چونکہ نہیں اس لیے ہم اپنی اصلاح کیسے کریں، یا یہ کہتے ہیں کہ کاش محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے ہوتے تو ہم ان سے پوچھ سکتے کہ صحیح فرقہ کون سا ہے یا یہ کہتے ہیں کہ ہم دیکھیں گے کہ امام مہدی علیہ السلام کون سے فرقہ سے ظاہر ہوتے ہیں تاکہ صحیح فرقہ کی پہچان حاصل ہو تو یہ سب بہانے ہیں اور درست طرزِ عمل نہیں، اگر ہم واقعتاً حق کی پیروی کے لیے فکرمند ہیں تو ہمیں چاہئے کہ قدم بڑھائیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گو ہمارے سامنے نہیں، مگر آپ کی دعوت، آپ کا قرآن اور آپ کے ورثاء دنیا میں موجود ہیں۔

خدا کے رسول جو خدا کی رحمت کا مظہر بن کر آتے ہیں، وہ جتنے وقت اور علاقے کے لیے مبعوث ہوتے ہیں، اس کے لیے ہدایت کا پورا سامان لے کر آتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اب سارا کام بس رسول نے ہی کرنا ہے اور اسی نے ہر آدمی کے دروازے پر پہنچ کر اس کی ہدایت کے لیے جان توڑ کوشش کرنی ہے، جبکہ جس کے دروازہ پر وہ نہ پہنچ سکے تو وہ معذور ہو، ایسا نہیں۔ جب ایک آدمی کے سامنے رسول کی دعوت بالواسطہ یا بلا واسطہ پہنچے اور اس حوالہ سے سوچنے و دریافت کرنے کا داعیہ بھی دل میں پیدا ہو جائے تو اس کے بعد آگے بڑھ کر کوشش کرنا خود اس آدمی کی ذمہ داری بھی ہے، اس حوالہ سے صحابہ کی اور خود آج کے دور میں نومسلموں کی کئی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

رسولِ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ قیامت تک کے لیے نبی ہیں، اس لیے قیامت تک کے لیے حق کے زبردست نشان چھوڑ کر گئے ہیں، دنیا میں ان کے ورثاء موجود ہیں، قرآن وحدیث کی صورت میں ان کی دعوت کا خزینہ ہمارے پاس محفوظ ہے اور طالبینِ حق کی دستگیری کے لیے خدا بھی اپنی پوری پوری شانِ رحمت کے ساتھ موجود ہے، بس کمی ہے تو ہماری طرف سے۔ اگر ہم ہدایت کے طلب گار بنیں، خدا کی مدد کو پکاریں اور ہدایت کے لیے مشقت اٹھانے و کوشش کرنے کو تیار ہوں تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ہدایت ضرور دے گا اور جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کرلے تو کوئی رکاوٹ اس کے لیے رکاوٹ نہیں۔ خدا کو پکارنے والے اگر گندگی کے ڈھیر میں دبے پڑے ہوں تو تب بھی انہیں ہدایت ضرور ملتی ہے اور بعض اوقات ایسے عجیب راستوں سے ملتی ہے کہ سننے والا متحیر ہو جاتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: جب کوئی آدمی میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں ایک گز خود اس کی طرف بڑھ آتا ہوں، جب کوئی شخص ایک گز میری طرف بڑھتا ہے تو اڑھائی گز میں خود اس کی طرف بڑھ آتا ہوں اور جب کوئی میری طرف چل کر آئے تو میں دوڑ کر اس کی طرف آجاتا ہوں۔ (۱۲)

ہمیں اپنی اصلاح کے لیے آئے دن ظاہر ہونے والے مختلف فرقوں کے ''مہدیوں'' پر نظر رکھنے کی بجائے قرآن وحدیث پر نظر رکھنی چاہئے، نبی علیہ السلام کی اتباع کو آنکھوں کا سرمہ بنانا چاہئے اور آپ کے پیغامِ دعوت کو پورے شرحِ صدر سے قبول کرنا چاہئے، بس یہی حق ہے اور یہی صحیح فرقہ ہے، خواہ کوئی کچھ کہتا رہے۔ امام مہدی علیہ السلام اپنے وقت پر ظاہر ضرور ہوں گے، مگر ہدایت کے لیے قرآن وحدیث کافی شافی ہیں۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی کے بہانے میں فرض کیجئے کہ اگر کوئی جان تھی بھی تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں دعوتِ دین کی ذمہ داری نبھانے والوں نے اس غبارے سے ہوا بالکل نکال دی جو خود آگے بڑھ کر عجز وانکسار کے ساتھ لوگوں تک پیغام دعوت پہنچانے اور لوگوں کی ناقدری کے باوجود ان میں تعلق مع اللہ پیدا کرنے کی فکر وکوشش کرنے کے لیے ہر دور میں سرگرم رہے۔ دین کی دعوت غیر مسلموں تک پہنچانا اور ان کی ہدایت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج پر فکر وکوشش کرنا امتِ محمدیہ کی ذمہ داری ہے، مگر بات پھر وہی کہ ساری ذمہ داری صرف داعی کی نہیں، بلکہ کچھ ذمہ داری مدعو کی بھی ہے۔

چوتھی اور پانچویں آیت

اس کے بعد اگلی آیات کو دیکھئے:

''وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَائَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ° وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ°''

یعنی ''اہلِ کتاب میں سے پہلے جو لوگ تفرق و تشتت کا شکار ہو کر گم راہ ہوئے، وہ ''بینہ'' آ جانے کے بعد یعنی ''بینہ'' کی موجودگی میں ہی گم راہ ہوئے تھے، جبکہ انہیں ماسوائے اس کے کوئی حکم نہ دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، دین کو اللہ کے لیے خالص کر لیں، اس کی طرف یکسو و یک رخ ہو جائیں، نماز صحیح صحیح پڑھیں، زکوۃ ادا کریں اور سیدھی سیدھی مستقیم باتوں والا دین (دین القیمہ) یہی ہے۔''

آیتِ تفرق کی معنویت:

مذکورہ دو آیتوں میں سے پہلی آیت کو لیجئے، اس میں ارشاد ہے کہ اہلِ کتاب کے پاس ''بینہ'' یعنی روشن دلائل اور واضح شواہد پہلے بھی آ چکے تھے اور فرقوں میں بٹ کر ان کا گم راہ ہونا ''بینہ'' کی موجودگی میں ہی تھا، مثلاً یہودیت و مسیحیت کے اختلاف کو لے لیجئے، کیا مسیح علیہ السلام کے پاس صداقت کے دلائل کی کوئی کمی تھی جو اہلِ کتاب ان پر ایمان لانے کے معاملہ میں تقسیم ہوئے؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ کے داخلی اختلافات کو لے لیجئے، اگر یہ افتراق و تشتت کا شکار ہو کر گم راہ ہوئے تو کیا اس کا سبب یہی تھا کہ انبیاء ہی کی تعلیمات میں کوئی سقم رہ گیا تھا؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔ یہ ارشاد یہاں پر دو لطیف اشارے اپنے اندر رکھتا ہے، ایک اہلِ کتاب سے متعلق اور دوسرا غیر اہلِ کتاب کے متعلق، ان کو سمجھنے سے قبل ایک تمہید سمجھ لیجئے۔

اشکال کیا جاتا ہے کہ اولین آیت میں مشرکین و اہلِ کتاب کا ذکر آیا تھا، جبکہ یہاں چوتھی آیت میں افتراق کے حوالہ سے صرف اہلِ کتاب کا ذکر کیا گیا ہے، علماء اس کے مختلف جواب دیتے ہیں، راقم کی نظر میں اس کا نہایت سہل، بے تکلف اور واضح جواب یہ ہے کہ افتراق کا سوال وہیں پیدا ہوتا ہے جہاں ایک طبقہ اہلِ حق کا بھی موجود ہو اور یہ کیفیت اہلِ کتاب میں تو موجود تھی، مشرکین میں نہیں۔ یعنی اہلِ کتاب میں تو اہلِ کتاب کی حیثیت سے کچھ ایسے صالح نمونے موجود تھے جو قابلِ رشک اور قابلِ تقلید تھے چنانچہ یہی لوگ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد آپ پر ایمان بھی لائے، مثلاً یہود میں سے عبداللہ بن سلام و زید بن سعنہ جیسے نمایاں لوگ اور مسیحیوں میں سے ورقہ بن نوفل، نجران کے چند نمایاں لوگ اور نجاشی (شاہ حبشہ) وغیرہ۔ جبکہ مشرکین میں مشرک کی حیثیت سے کوئی صالح طبقہ موجود نہ تھا جو قابلِ اتباع ہوتا اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ارتکابِ شرک کے بعد کسی کی پارسائی کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ ہاں، اگر کچھ لوگ ان میں دینِ ابراہیمی کے پیروکار تھے تو وہ خود کو مشرک کی بجائے حنیف و موحد کہتے تھے، مثلاً زید بن عمرو بن نفیل وغیرہ، لہٰذا ان کی حیثیت مشرک کی نہیں تھی۔ سو مشرکین کا ذکر یہاں آیتِ افتراق میں نہ ہونا بالکل ظاہری بات ہے اور اس کا الگ سے کوئی جواب دینے کی سرے سے ضرورت ہی نہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ اہلِ کتاب کا افتراق کی صورت میں گم راہ ہونا اگر ''بینہ'' آ جانے کے بعد تھا تو مشرکین کا گمراہ ہونا کیا اس وجہ سے تھا کہ ان کے پاس ''بینہ'' کا ظہور نہیں ہوا؟ اس کا جواب ہے کہ نہیں! مشرکینِ مکہ میں بے شک ایک عرصہ سے کوئی نبی نہیں آیا تھا، مگر وہ بھی بالکل اندھیرے میں نہ تھے، ان میں سے جو لوگ طالبِ حق اور طالبِ خیر تھے، ان کے لیے زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل جیسوں کی صورت میں بہتر نمونے آخر تک موجود رہے۔ زید بن عمرو بن نفیل جیسوں کی

اتباع کر کے وہ اپنے آباء کے اصل دینِ حنیف کی اتباع کسی نہ کسی درجہ میں کر سکتے تھے اور خود کو شرک کی لعنت سے بچا سکتے تھے، جبکہ ورقہ بن نوفل جیسوں کی صورت میں بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت مسیح علیہ السلام کے صالح پیروکار بھی ان کے درمیان موجود تھے۔ سو یہ سمجھنا کسی بھی طرح درست نہیں کہ مشرکین اگر گم راہ تھے تو اس وجہ سے تھے کہ اللہ نے ہی ان کو اندھیرے میں رکھا ہوا تھا، ایسا نہیں، ان میں جو طالبِ حق تھے، وہ اس وقت بھی دینِ حنیف پر مستقیم رہ کر دکھا رہے تھے۔

اب آیئے ان لطیف اشاروں کی طرف کہ اہلِ کتاب کے تفرق کی یہ بات یہاں کیوں ذکر کی گئی ہے۔ بات یہ ہے کہ اہلِ کتاب اپنی تمام تر خرابیوں کے باوجود بہرحال مشرکین سے بہتر تھے اور اپنے علمی وکتابی حوالہ کی وجہ سے دوسری قومیں بھی ان پر نگاہ رکھتی تھیں۔ اب اسلام کی آمد کے بعد خدشہ تھا کہ کہیں لوگ اسلام کے بارہ میں اہلِ کتاب ہی کے رویہ کو نہ دیکھنے لگیں کہ وہ اس نو وارد دین کے بارہ میں کیا رویہ اختیار کرتے ہیں، سو آیتِ افتراق میں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ یہ اہلِ کتاب معیارِ حق نہیں کہ اگر یہ کسی بات کو قبول کر لیں تو وہ حق ہو اور کسی بات کو مسترد کر دیں تو وہ ضرور غلط ہو، ایسا ہرگز نہیں، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ اہلِ کتاب کے اندر ماضی میں افتراق برپا ہوا تو وہ بھی ''بینۃ'' کی موجودگی میں تھا اور خواہش پرستی کا نتیجہ تھا، سو اگر اب یہ اہلِ کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے گریز کریں تو اس سے ''بیناتِ محمدی'' ساقط الاعتبار نہیں ہو جائیں گے، جیسا کہ ''بیناتِ سابقہ'' سے ان کے اعراض نے ان بینات کو ساقط الاعتبار نہیں کر دیا تھا۔ سو اسلام قبول کرنے سے پہلے انسانیت کو اہلِ کتاب کی طرف دیکھنے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ یہ اسلام کے بارہ میں کیا کہتے ہیں۔

نیز خود اہلِ کتاب ومشرکین کو اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم پہلے اپنی روش بدلنے کے لیے ''بینۃ'' یعنی دلیلِ روشن کا مطالبہ کیا کرتے تھے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب واقعی ''بینۃ'' آ جانے کے بعد تم حق کے حواری بن جاؤ گے، بلکہ یہ عین ممکن ہے کہ تم اب بھی بہانہ سازیوں میں مشغول رہو جیسا کہ اہلِ کتاب نے ''بینۃ'' کے موجود ہونے کے باوجود افتراق کی شکل میں ضلالت وگم راہی کی نئی نئی صورتیں اختیار کر لی تھیں۔ سو جنھوں نے حق پر چلنا تھا، وہ رسولِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل بھی حق پر چل رہے تھے اور جن کا ارادہ حق کی پیروی کا نہیں، وہ پہلے بھی بہانہ سازیوں میں مشغول تھے اور ''بینۃ'' آ جانے کے بعد بھی انھی میں مشغول رہیں گے، مگر ان کی بہانہ سازیوں سے ''بینۃ'' کی قدر وقیمت میں کوئی کمی نہیں آ جائے گی۔

ہمیں چاہئے کہ فرقہ وارانہ بحثوں سے بلند ہو جائیں، قرآن کو قرآن کی حیثیت سے اور نبوی دعوت کو نبوی دعوت کی حیثیت سے سینے سے لگائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو آنکھوں کا سرمہ بنائیں، بس یہی صحیح فرقہ ہے۔ فرقے جو گم راہ ہوتے ہیں، وہ اپنی ہی من مانیوں کی وجہ سے گم راہ ہوتے ہیں جسے قرآن میں ایک جگہ **''بغیا بینھم''** کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے، نہ کہ اس وجہ سے کہ صحیفہءِ آسمانی اور بیانِ پیغمبر میں کوئی سقم ہوتا ہے، ایسا نہ تو کبھی ہوا اور نہ ہی اب ہے۔ پیغمبروں کی دعوت ہمیشہ سے چند سیدھی سیدھی مستقیم باتوں پر مشتمل رہی ہے جنہیں ماننے کے لیے عقلی پیچ وتاب کی کم اور حقیقت پسند بننے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

دین کا اجمالی خاکہ:

ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ آخر وہ سیدھی سیدھی مستقیم باتیں کون سی ہیں جن کو اس سورہ میں کہیں ''بَیِّـنَـۃُ'' اور کہیں ''قَیِّمَۃ'' کہا گیا ہے، جن کے اندر ''آفتاب آمد دلیلِ آفتاب'' کی شان پائی جاتی ہے، جن کے انکار کا نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کوئی جواز تھا اور نہ ہی بعد میں، جن میں افتراق وتشتت کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور جو ان لوگوں کے

لیے کوئی عذر نہیں چھوڑتیں جو اپنی بے دینی کا یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ ہم اتنے سارے فرقوں میں سے کس فرقہ کی بات کو صحیح مانیں۔ آیت نمبر پانچ میں پھر انہی سوالات کا جواب دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ سیدھی سیدھی مستقیم باتوں والا دین کون سا ہے۔ اس آیت میں ''سورۃ البینۃ'' کا علمی بیان اپنے عروج پر پہنچا ہوا نظر آتا ہے۔ اس آیت میں روئے سخن گو اہلِ کتاب کی طرف ہے، مگر ہم سب اس کے پورے پورے مخاطب ہیں۔

ارشاد ہے کہ ''بینۃ'' کی موجودگی میں فرقہ واریت کا شکار ہو کر جادۂ حق سے منحرف ہو جانے والے اہلِ کتاب کو کوئی بہت مشکل تعلیمات نہیں دی گئی تھیں جن کا سمجھنا ان کے لیے مشکل ہوا اور اسی وجہ سے وہ فرقوں میں بٹ گئے ہوں، بلکہ انہیں چند صاف صاف مستقیم باتوں کا حکم دیا گیا تھا اور وہ یہ کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، دین کو اس کے لیے خالص کر لیں، اس کی طرف یکسو و یک رخ ہو جائیں، نماز کو صحیح صحیح ادا کریں، مال کا صدقہ نکال کر اسے پاک کرتے رہیں اور یہی ہے مستقیم باتوں والا سیدھا سیدھا دین جسے آیت میں ''دِینُ الْقَیِّمَۃِ'' کہا گیا ہے۔

اس آیت میں جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں، دینِ انبیاء کے چند بنیادی ترین نکات کا ذکر کیا گیا ہے، یہ نکات سارے دین کی جان اور بنیاد ہیں، ان امور کی حفاظت کر کے کوئی آدمی نجاتِ اخروی سے محروم نہیں رہ سکتا اور ان کو ضائع کر کے کسی آدمی کا دین سلامت رہ نہیں سکتا۔ ذرا سوچیے کہ جو آدمی اللہ کی عبادت کرے، اس عبادت کا رنگ اپنے اوپر طاری کرے، شکر و صبر، توکل و تبتل، رجوع و انابت، عجز و انکسار، خدا طلبی و خدا مستی جیسی عابدانہ صفات اپنے اندر پیدا کرے، نیز دین کو اللہ کے لیے خالص کر لے، یعنی اللہ کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھے، اپنی طرف کی آمیزشوں سے دین کو محفوظ رکھے، اللہ کی رضاء کے لیے اس کے احکام پر عمل کرے، اور حنیف بن جائے یعنی اپنی قلبی و عملی زندگی کا محور و مدار خدا کی ذات کو بنا لے، کائنات کے ہر رنگ میں اس کے دستِ تصرف کو محسوس کرے، اسی کو کارسازِ حقیقی سمجھے اور اس کے غیر کو مجبور و مخلوق سمجھنے کا یقین دل میں جمائے، اسی کے نام میں لذت پائے، اسی کے نام میں راحت، فرحت اور سکینت پائے اور خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کے یقین، اللہ کے دھیان اور اللہ کو راضی کرنے کے جذبہ سے نماز ادا کرے، نماز میں اپنے جسم کو تھکائے، نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور اپنے مال کو اللہ کی رضا میں خرچ کرنے کے لیے تیار رہے تو اس کے ولی اللہ ہونے میں کیا کوئی شک ہے؟ کیا دین کے باقی احکام کی تعمیل میں یہ شخص کوئی کوتاہی کر سکتا ہے؟ یوں اس آیت میں اجمال کے ساتھ دین کے سارے خلاصہ کو سمو دیا گیا ہے۔

سبق آموزی کا پہلو:

ذرا سوچیے کہ اگر دین کی بعض فروعی جزئیات میں علماء کا اختلاف ہو، قرآن کے کسی بیان کی توضیح میں ان کے ہاں کوئی ضمنی سا اختلافِ رائے پیدا ہو جائے، سائنس دان سیاروں اور ستاروں کا سفر ختم کر کے ابھی تک آسمان تک نہ پہنچے ہوں یا کائنات کے طبیعی مشاہدات میں انسان کے ہاں تبدیلی آتی رہی ہو، یعنی بعض لوگ ماضی میں زمین کو ساکن کہتے ہوں اور اب متحرک کہنے لگے ہوں تو کیا ان اختلافات کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ہم خدا کو پوجنا چھوڑ دیں، اس سے محبت نہ کریں، اس کے عظمت و جلال کا نقش اپنے دل میں نہ بٹھائیں، اس کی ذات سے بے خوف ہو کر اس کے باغی بن جائیں، نماز و زکوٰۃ ادا کرنے کی بجائے اس کی ذات کو للکارنا شروع کر دیں؟ ذرا بتائیے کہ اس رویہ میں کیا معقولیت پائی جاتی ہے؟ آیت نمبر پانچ میں بتایا گیا ہے کہ اسلام لوگوں کو تعلق مع اللہ کے قرینے اور غریب پروری کے سلیقے سکھانے آیا ہے اور یہی وہ سیدھی سیدھی باتیں ہیں جن کا لوگوں نے بتنگڑ بنا رکھا ہے، اسلام لوگوں سے یہ منوانے کے لیے ہرگز نہیں آیا کہ وہ زمین کو

متحرک، ساکن، بیضوی یا چپٹی سمجھیں، اس پر لوگوں کے ساتھ مناظرے لڑیں اور اختلاف کرنے والوں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیں، یہ محض خودساختہ بات ہے، اسلام کے مطالبات وہی ہیں جو کہ ہیں، نہ کہ کچھ اور۔

نیز اگر کوئی شخص تعددِ ازواج، غلامی وقصاص اور حدود وتعزیرات جیسی اسلامی فروعات کو اپنی خودساختہ کسوٹیوں پر تولتے رہنے کو علمی کمال سمجھتا ہے اور اسلامی دعوت کے بنیادی نکات پر بات نہیں کرتا، مبادا کہ انہیں ماننا پڑ جائے، تو ظاہر ہے کہ یہ اپنی ہدایت سے محرومی کا ذمہ دار خود ہے، نہ کہ کوئی اور۔ آیئے، اسلام کی دعوت کو سنئے، کسی الٹی سیدھی نیت کے ساتھ نہیں بلکہ طالبِ حق بن کر، پھر دیکھئے کہ ان میں سے کون سی بات ہے جسے ماننے میں تامل ہو۔ ضابطہ یہی ہے کہ اصولوں میں اختلاف کے ہوتے ہوئے فروعات میں جھگڑنے کا کوئی جواز نہیں، سو اسلامی دعوت کو سنئے اور اس کے حوالہ سے بات کیجئے، اگر آپ اس دعوت کو مان لیتے ہیں تو فروعات کے حوالہ سے آپ کا ذہن خود بخود صاف ہو جائے گا، لیکن اگر اس دعوت کو ماننے میں تامل ہے تو پھر فروعات میں کس بات کا جھگڑا۔ ذرا سوچئے کہ اللہ جس نے مجھے پیدا کیا اور سارا جہان پیدا کیا، اس کی عبادت کرنے میں، اس کی مان کر چلنے میں، اس کو سب سے بڑا سمجھنے، سمجھ کر اس کے مطابق اپنا رویہ درست کرنے اور اسی کو کائنات کے سارے امور واحوال کا متصرفِ حقیقی سمجھنے میں، نیز اس کی رضا میں کامیابی اور اس کی ناراضی میں ناکامی سمجھنے جیسے موٹے موٹے امور میں آخر کس بات کا اعتراض ہو سکتا ہے اور اس کے کسی رسول کی سچائی اگر روزِ روشن کی طرح مبرہن ہو جائے تو اس کی صداقت پر ایمان لے آ کر اس کی اتباع کرنے اور اس کی نقل میں اپنے اوپر خدا کا رنگ طاری کرنے کی کوشش ومحنت کرنے میں آخر کس بات کا اعتراض ہے؟ ان بنیادی امور پر بات کرنے کی بجائے ادھر ادھر ٹامک ٹوئیاں مارنا اور فروعات یا زوائد ہی میں الجھتے چلے جانا اپنے ہدایت کے سفر کو خود مشکل بنانے کے مترادف ہے۔

اسلام کے مذکورہ بنیادی دعوتی امور کا عقلی اثبات بھی قرآن میں مختلف جگہوں پر موجود ہے، مگر کبھی کبھی قرآن ان باتوں کو نیم بدیہی کی حیثیت سے بھی پیش کرتا ہے اور ایسی جگہ پر ان کے عقلی اثبات میں زیادہ مشغول نہیں ہوتا، یہاں اس مختصر سورۃ میں یہی دیکھنے میں آ رہا ہے کہ ان باتوں کو سیدھی سیدھی مستقیم باتیں بتلا کر ان کی اسی شان کر طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ باتیں گویا ایسی باتیں ہیں جنہیں ماننے کے لیے انسان کو عقلیات کی بساط بچھانے سے زیادہ سلیم الفطرت اور حقیقت پسند ہونے کی ضرورت ہے، گو ان کی مزید وضاحت کے لیے قرآنی صحائف اور رسول اللہ کے نائبین کی طرف رجوع کرنے کا اشارہ بھی آیت نمبر دو میں کر دیا گیا ہے۔ آخر میں ایک سادہ سا پیغام دے کر اس سورہ کو ختم کر دیا گیا ہے۔

سورہ کا اختتامی پیغام:

''سورہ البینۃ'' کی مذکورہ پانچ ابتدائی آیات میں جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں، معانی کا ایک دریا بند کر دیا گیا ہے اور ''دِینُ الْقَیِّمَۃِ'' کے بنیادی نکات کو بیان کر کے اس گفتگو کو مکمل بنا دیا گیا ہے۔ بعد کی تین آیات میں سادہ سا مضمون مذکور ہے کہ جو لوگ دینِ انبیاء کی اس سادہ سی دعوت کا انکار کریں اور خدا کے انکار یا اس سے بغاوت کی روش پر مصر رہیں، وہ خواہ اہلِ کتاب میں سے ہوں یا مشرکین میں سے، یہ خدا کی رحمت سے محرومی کے ذمہ دار خود ہیں، سو یہ سب جہنم کی آگ میں جائیں گے، یعنی ایسی جگہ جائیں گے جہاں واقعی خدا کی کوئی رحمت نہیں ہوگی، پھر ہمیشہ وہاں رہیں گے اور یہ لوگ اپنی دنیاوی حیثیتوں میں خواہ کچھ بھی ہوں، لیکن چونکہ یہ خدا کی بے توقیری کے مرتکب ہوئے اور انکار و بغاوت کی ایسی جسارت کی جس کی مثال خدا کی مخلوق میں کہیں نظر نہیں آتی، لہذا خدا کی نظر میں بدترینِ خلائق ہیں۔ جبکہ جو لوگ انبیاء کی دعوت پر ایمان لائیں گے، نیک اعمال کریں گے، انبیاء کی اتباع میں ان کی بتائی ہوئی راہ پر چل کر خود پر خدا کا رنگ اور عبدیت کی شان طاری

کریں گے، خدا کا حق ماننے اور امتحان کی گھاٹی میں بھی بندگی کا ڈھنگ اپنائے رکھنے کی وجہ سے یہ لوگ خدا کی نظر میں افضل ترین مخلوق ہیں، ان کی جزاء اپنے رب کے ہاں عدن کی وہ جنات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان کے اندر وہ ابد الآباد تک رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اپنے رب سے راضی ہوئے، یہ جزاءِ عالی شان اس شخص کے لیے ہے جس کے دل میں خدا کی عظمت وہیبت اور اس کے خوف وخشیت کا نقش موجود ہو اور وہ دنیا کی زندگی بے خوف ہو کر نہ جی رہا ہو۔

چند باتیں:

آخر میں چند ضروری باتیں عرض ہیں:

ہدایت کے اصول متعین اور عام فہم ہونے کے باوجود خدا کا عام اصول کسی کو فوراً پکڑنے کا نہیں ہے، بلکہ اس نے انسان کو بہت لمبی زندگی دی ہے جس میں اسے سوچنے اور سمجھنے کے ہزارہا مواقع ملتے ہیں۔ یہ خدا کی رحمت ہے کہ وہ بغاوت اور انکار جیسے رویوں پر بھی فوراً گرفت نہیں فرماتا۔

ہدایت کی بنیادی باتیں بالکل سادہ اور عام فہم ہونے کے باوجود، انسان کے باطن میں بعض اوقات کچھ نفسیاتی الجھنیں ہوتی ہیں جنہیں دور ہونے کے لیے بعض اوقات کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ ہدایت کی بنیادی باتوں پر فوکس کرتے ہوئے اگر آدمی چلتا رہے تو وقت آنے پر ذیلی الجھنیں بھی دور ہوجاتی ہیں، لیکن ضرورت ہے کہ بنیادی توجہ مرکزی باتوں پر رہے۔

ہدایت کی بنیادیں متعین اور عام فہم ہونے کے باوجود انسان کو ہدایت سے ہم کنار ہونے کے لیے جرائتِ ارادہ کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض اوقات اپنے گردوپیش سے بھی نمٹنا پڑتا ہے، ان امتحانات میں اگر خدانخواستہ کوئی آدمی کامیاب ہونے سے رہ جائے اور ہدایت کو قبول نہ کرسکے تو اس کا یہ معنیٰ نہیں ہوتا کہ خود ہدایت کے اصولوں میں کوئی سقم ہے۔

ہدایت صرف اللہ پاک دیتے ہیں اور ان کے سوا کوئی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتا، بلکہ کسی اور کو کچھ دینا تو درکنار خود اپنے آپ کو بھی کوئی کچھ نہیں دے سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر خطبات میں یہ بات شروع سے ہی بیان کردی جاتی تھی۔ اس لیے گم راہی سے حفاظت اور ہدایت کے حصول کی خاطر مطالعہ ومشاہدہ کو تیز کرنے کے ساتھ اپنے خالق رب کو بھی دل ہی دل میں پکارنے کی عادت بنانا چاہیے، ایسا کرنے والوں کو ہدایت ضرور ملتی ہے، اللہ اس کے لیے خود راہیں کھولتے ہیں اور ابلیس اپنا تمام تر زور لگا کر بھی اس شخص کو گم راہ نہیں کرسکتا۔

دعا ہے کہ اگر توضیح وتفصیل میں کوئی علمی خطاء ہوئی ہے یا کوئی بڑا بول نکل گیا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں اور اپنی رحمت کے صدقے راہِ ہدایت پر مستقیم فرمائیں۔ آمین! واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

حواشی: (۱) روح المعانی، علامہ آلوسی، جلد۱۵، صفحہ۵۹۲، داراحیاء التراث العربی۔ (۲) مثلاً دیکھیے تفسیر ماجدی (۳) اللؤلؤ والمرجان فی ما اتفق علیہ الشیخان، محمد فؤاد عبد الباقی، حدیث نمبر۱۶۰۲، دار المؤید، ریاض۔ (۴) صحیح البخاری، حدیث نمبر ۳۸۲۸۔ (۵) صحیح البخاری: حدیث نمبر ۳۸۲۶۔ (۶) فتح الباری، حافظ ابن حجر العسقلانی، جلد۷، صفحہ۱۸۱، قدیمی کتب خانہ کراچی۔ (۷) رجال ونساء حول الرسول، شعبان احمد بن دیاب، صفحہ۱۲۳، المکتب الثقافی، القاہرۃ، بحوالہ ابن عساکر۔ (۸) فتح العزیز المعروف بہ تفسیر عزیزی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ، پارہ عم، صفحہ۲۶۲، مطبع گلزارِ محمدی، لاہور، ۱۳۰۸ھ۔ (۹) حوالہ مذکورہ، صفحہ۲۶۳۔ (۱۰) دیکھیے تفسیر الکشاف، لجار اللہ الزمخشری۔ (۱۱) مثلاً دیکھیے تفسیر الزحیلی۔ (۱۲) اللؤلؤ والمرجان فی ما اتفق علیہ الشیخان، حدیث نمبر: ۱۷۱۳۔

نور العیون فی تلخیص سیرۃ الامین المامون صلی اللہ علیہ وسلم　قسط: ۵

علامہ ابن سید الناس رحمہ اللہ تعالیٰ　　　مترجم: ڈاکٹر ضیاء الحق قمر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا بیان:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں حضرت قاسم ہیں اور انہی کے نام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے۔ پھر حضرت عبداللہ اور انہی کا نام طیب اور طاہر ہے۔ اور بعض نے کہا کہ انہی کا نام طیب ہے۔ طاہر ان کے علاوہ ہیں۔ بیٹیوں میں سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ اُمّ کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے قبل بچپن میں ہی وفات پا گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور مشرف باسلام ہوئیں۔ اور یہ سب اولاد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئی۔

مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے جو سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، وہ سات دن کی عمر میں وفات پا گئے۔ ایک روایت کے مطابق ان کی عمر 7 ماہ تھی، دوسری روایت کے مطابق انھوں نے 18 ماہ عمر پائی۔ (1)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی فوت ہوئی۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے 6 ماہ بعد فوت ہوئیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، حضرت ابوالعاص بن الربیع بن عبد شمس رضی اللہ عنہ (2) کے نکاح میں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام علی تھا (3)، وہ بچپن میں ہی فوت ہو گیا اور ایک بیٹی پیدا ہوئی، جس کا نام اُمامہ تھا۔ (4) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا۔ ان کی شہادت کے بعد یہ المغیرہ بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب کے نکاح میں آئیں، ان سے ایک بیٹا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، آپ کے بطن سے حسن، حسین اور محسن رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے، محسن بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ اور بیٹیوں میں رقیہ، زینب اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہن پیدا ہوئی۔ رقیہ رضی اللہ عنہا بلوغت سے پہلے ہی فوت ہو گئیں۔ زینب رضی اللہ عنہا، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں، ان سے ایک بیٹا ہوا، جس کا نام علی تھا، پھر ان کی وفات ہو گئی۔ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں، ان سے ایک بیٹا ہوا، جس کا نام زید تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عون بن جعفر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی محمد (5) کے نکاح میں آئیں، پھر ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی عبداللہ کے نکاح میں آئیں۔

اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور ان سے ایک بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام عبداللہ تھا۔ (6) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اس دن ہوئی جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر کی کامیابی کی خبر لے کر مدینہ منورہ آئے۔ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ان کی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ انھوں نے شعبان 9ھ میں وفات پائی۔ اور وہ (حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا) اس سے پہلے عتیبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں اور پھوپھیوں کا بیان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ چچا تھے:

الحارث، قثم، الزبیر، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، ابو طالب، ان کا نام عبد مناف ہے، ابو لہب، اس کا نام عبد العزیٰ ہے، عبد الکعبہ، حجل، اس کا نام المغیر ہ ہے، ضرار اور الغید اق ہیں۔

جبکہ 6 پھوپھیاں ہیں:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، عاتکہ، اروی، اُمیمہ، برہ اور اُم حکیم البیضاء تھیں۔

ان میں حضرت حمزہ، حضرت عباس اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہم مشرف باسلام ہوئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور باندیوں کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔

اور ان کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

حضرت ثوبان بن بُجد د رضی اللہ عنہ (7)

حضرت ابو کبشہ سلیم رضی اللہ عنہ، یہ بدری (صحابی) ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما دیا تھا۔ جس دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، اس دن انھوں نے وفات پائی۔ (8)

حضرت انسہ رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی آزاد کر دیا تھا۔ (9)

حضرت شقران، ان کا نام صالح تھا۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے والد کے ترکہ سے پایا۔ اور ایک روایت ہے کہ ان کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے خریدا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی آزاد کر دیا تھا۔

حضرت رباح نوبی رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی آزاد کر دیا تھا۔ (10)

حضرت یسار نوبی رضی اللہ عنہ، ان کو قبیلہ عرینہ والوں نے شہید کر دیا تھا۔ (11)

حضرت ابو رافع اسلم رضی اللہ عنہ، انہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا۔ جب انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام کی خوشخبری سنائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان کو آزاد کر کے ان کی شادی اپنی باندی سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کرادی۔ ان سے ایک بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام عبید اللہ تھا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کاتب تھا۔(12)

حضرت ابومویہبہ رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔(13)

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ، یہ شام میں فوت ہوئے۔(14)

حضرت رافع مولیٰ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی آزاد کر دیا تھا۔(15)

حضرت مدعم رضی اللہ عنہ، حضرت رفاعہ جذامی رضی اللہ عنہ نے انھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا۔ یہ وادی القریٰ میں شہید ہوئے۔(16)

حضرت کرکرہ نوبی رضی اللہ عنہ، انہیں ہوزہ بن علی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد فرما دیا۔(17)

حضرت زید رضی اللہ عنہ، یہ حضرت بلال بن یسار بن زید کے دادا تھے۔(18) حضرت عبید رضی اللہ عنہ۔(19) حضرت طہمان رضی اللہ عنہ۔(20) حضرت مابور قبطی رضی اللہ عنہ، یہ غلام (حاکم مصر) مقوقس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کیا تھا۔(21) حضرت واقد رضی اللہ عنہ۔(22) حضرت ابوواقد رضی اللہ عنہ۔(23) حضرت ہشام رضی اللہ عنہ۔(24) حضرت ابوضمیرہ رضی اللہ عنہ، یہ مال غنیمت میں آئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔(25) حضرت حنین رضی اللہ عنہ۔(26) حضرت ابوعشیب رضی اللہ عنہ، ان کا نام احمر تھا۔(27) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ۔(28) حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ (اُمّ المؤمنین) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، انھوں نے ان کو اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ ساری زندگی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہیں گے۔ تو انھوں نے عرض کیا کہ اگر آپ شرط نہ بھی لگاتیں میں نے پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ نہیں ہونا تھا۔ ان کا نام رباح تھا، ایک قول کے مطابق ان کا نام مہران تھا۔(29) حضرت ابوہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی آزاد فرما دیا تھا۔(30) حضرت انجشہ الحادی (حدی خواں) رضی اللہ عنہ۔(31) حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی آزاد فرما دیا تھا۔(32)

بعض سیرت نگاروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی تعداد اس کے علاوہ بھی بیان کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندیاں:

حضرت سلمیٰ اُم رافع رضی اللہ عنہا۔(33) حضرت (ام ایمن) برکہ رضی اللہ عنہا، انھوں نے آپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں کھلایا ہے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد ماجد کی جانب سے ورثہ میں ملیں۔(34) حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا۔(35) حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا، یہ غزوہ بنوقریظہ میں قیدی بنیں۔(36) حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا۔(37) حضرت خضرہ رضی اللہ عنہا۔(38) اور حضرت رضویٰ رضی اللہ عنہا۔(39)

آزاد مردوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کا بیان:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ حضرت ہند(40) اور اسماء رضی اللہ عنہما (41)۔(پسرانِ حارثہ)

حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمیون رضی اللہ عنہ (42) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (43) حضرت بلال رضی اللہ عنہ
حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت نجاشی کے بھتیجے حضرت ذومخمر رضی اللہ عنہ (44)
حضرت بکیر بن شداخ اللیثی رضی اللہ عنہ (45) اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرہ داروں کا بیان:

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، غزوہ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت پر مامور تھے۔

حضرت ذکوان بن عبدقیس رضی اللہ عنہ (46) اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ (47) نے غزوہ اُحد میں پہرہ کے فرائض سرانجام دیے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، غزوہ خندق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ بنے۔

حضرت عباد بن بشر (48)، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہم غزوہ خیبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ تھے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے غزوہ وادی القریٰ میں پہرہ کی سعادت حاصل کی۔ جب آیت مبارکہ: وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاس (49) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرہ داری ترک فرمادی۔

حواشی: (۱) فاضل مصنف نے اپنی کتاب عیون الاثر 381/2 پر لکھا ہے کہ ان کی عمر سولہ ماہ تھی۔ (۲) اُسد الغابہ، ابن الاثیر: 23-24/5 (۳) ایضاً، 306/3 (۴) ایضاً، 217-18/5 (۵) ایضاً، 16-62/3 (۶) ایضاً، 39/3 (۷) ایضاً، 284-286/1 (۸) ایضاً، 371-155/1 (۹) ایضاً، 154-155/1 (۱۰) ایضاً، 431/2 (۱۱) ایضاً، 356/4 (۱۲) ایضاً، 91/1 (۱۳) ایضاً، /112 (۱۴) ایضاً، 459/3 (۱۵) الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ابن حجر العسقلانی، 570-571/1 (۱۶) اُسد الغابہ، ابن الاثیر، 98-99/4 (۱۷) الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ابن الحجر العسقلانی، 1685/3 (۱۸) اُسد الغابہ، ابن الاثیر، 244/2 (۱۹) ایضاً، 183/3 (۲۰) ایضاً، 500/2 (۲۱) ایضاً، 5/4 (۲۲) ایضاً، 303/4 (۲۳) ایضاً، 125/5 (۲۴) ایضاً، 283/4 (۲۵) ایضاً، 16/5 (کتاب میں ابوضمرہ ہے جبکہ اُسد الغابہ میں ابوضمیرہ ہے) (۲۶) ایضاً، 66/2 (۲۷) ایضاً، 63/1 (کتاب میں ابوعشیب ہے جبکہ اُسد الغابہ میں ابوعسیب ہے) (۲۸) ایضاً، 36/5 (۲۹) ایضاً، 343-344/2 (۳۰) الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ابن حجر العسقلانی، 2396/4 (۳۱) حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ بہت خوبصورت آواز کے حامل تھے، یہ اونٹوں کے حدی خواں تھے، اسی نسبت سے ان کے نام کے ساتھ ''الحادی'' ہے۔ حجۃ الوداع میں انھوں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی سواریوں کے لیے حدی خوانی کی تو اونٹ تیز تیز چلنے لگے، جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے انجشہ (سواریوں کو) آہستہ چلاؤ، کمزور مخلوق یعنی عورتوں پر نرمی کرو۔'' مسند الامام احمد بن حنبل، 107/3۔ اُسد الغابہ، ابن الاثیر، 142/1 (۳۲) اُسد الغابہ، ابن الاثیر، 83/5 (۳۳) ایضاً، 311/5 (۳۴) ایضاً، 227/5 (۳۵) ایضاً، 394/5 (۳۶) ایضاً، 290/5 (۳۷) ایضاً، 402/5 (۳۸) ایضاً، 265/5 (۳۹) ایضاً، 283/5 (۴۰) ایضاً، 293/4 (۴۱) ایضاً، 92/1 (۴۲) ایضاً، 183/2 (۴۳) ایضاً، 260/3 (۴۴) ایضاً، 153/2 (۴۵) ایضاً، 234-235/1 (کتاب میں بکیر بن شداخ ہے، جبکہ اُسد الغابہ میں بکر بن شداخ ہے۔) (۴۶) ایضاً، 145/2 (۴۷) ایضاً، 83-85/2 (۴۸) ایضاً، 534/2 (۴۹) المائدہ: 67

بقول سیدنا حسن رضی اللہ عنہ

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اللہ کا فیصلہ تھا

شاہ بلیغ الدین رحمہ اللہ

ارشاد ہوا...... ''تم اللہ کے فیصلے سے راضی ہو اور معاملہ اس کے حوالے کر کے اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے رہو'' ......۴۰ ہجری کی بات ہے کہ ایک وفد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے گیا۔ وہ اس وقت کوفے میں تشریف فرما تھے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ مدینۃ النبی میں پیدا ہوئے۔ صحیح بخاری کتاب البیوع میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور صحیح مسلم میں مناقب حسن میں لکھا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنوقینقاع سے لوٹ رہے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر آیا تو اس کے سامنے بیٹھ گئے اور دریافت فرمایا کہ...... بچہ کہاں ہے؟ کچھ دیر میں حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے سینۂ مبارک سے لگا لیا، پھر زبان مبارک سے نکلا کہ ''اے اللہ تو اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت کر جو اس سے (حسن) سے محبت کرے''۔

جو وفد کوفے میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے ملا اس کے بارے میں اپنی کتاب مقتلِ حسین میں ابو مخنف لوط بن یحیٰی نے لکھا ہے کہ اس میں سلیمان بن صرد، مسبب بن النجبہ، سعید بن عبداللہ کے علاوہ جندب الازدی بھی شامل تھے جنہوں نے یہ روایت سنائی۔ یہ روایت مقتل حسین کے مصنف ابو مخنف کو ابو منذر ہشام نے سنائی۔ انہوں نے محمد بن سائب کلبی سے سنی جن سے وفد میں شریک جندب الازدی کے بیٹے عبدالرحمٰن نے یہ تفصیل سنائی کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تھی اور ابھی کوفے ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اس وفد کے ارکان میں سے سلیمان بن صرد نے گفتگو شروع کی اور کہا کہ...... آپ کی جگہ میں ہوتا تو معاہدہ لکھوا کر اس پر اہل مشرق اور مغرب کو گواہ بناتا کہ اس کے بعد (یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد) حکومت آپ کی ہوگی۔ لیکن آپ نے (یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے) اس شرط کے بغیر صلح کر لی۔ اس طرح آپ یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کم ملا اور ان سے زیادہ حاصل کر لیا گیا۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے وفد کے ارکان سے فرمایا...... میں ایسا آدمی نہیں ہوں جو معاہدہ کر کے پھر جائے اور پھر جب اللہ نے ہم مسلمانوں کو متحد کر دیا ہے اور جو ہم چاہتے تھے ہمیں عطا کر دیا ہے میں اسی امر (یعنی صلح) کو نافذ کروں گا۔

پھر اپنے بہی خواہوں سے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ گواہ ہے کہ میں نے یہ صلح اس لیے کی ہے کہ تمہارے خون نہ بہیں اور تمہارے حالات بہتر ہوں۔ پس تم اللہ کے فیصلے سے راضی رہو اور معاملہ اللہ کے حوالے کر کے اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔''

صحیح بخاری کتاب العلم باب قول النبی...... میں اور دوسری جگہ کتاب الفتن میں ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ...... یہ میرا بیٹا (یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ) جو سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔

سورۂ حجرات میں ارشاد ربانی ہے کہ...... **وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا بينهما** یعنی مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔

صلح و جنگ کے تاریخ اسلام میں بہت مواقع آئے لیکن یہ صلح بڑی تاریخی، بڑی یادگار اور بڑی اہم تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشین گوئی فرمائی اور اس صلح کو پسند فرمایا۔ اللہ کے حکم کی تعمیل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کی تکمیل کا شرف سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا جن کی وفات ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینے کے لیے داعیانِ الی اللہ کی تیاری

چوتھا سالانہ 10 روزہ

دورہ تربیت المبلغین

مقام: مرکزی دفتر مجلس احرار اسلام پاکستان، 69/C حسین سٹریٹ وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

زیر سرپرستی

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

28 مارچ تا 6 اپریل 2020ء

4 تا 13 شعبان 1441ھ

فضلاء درس نظامی کے لیے

شاندار موقع

شرائط داخلہ

(۱) سکول و کالجز کے طلباء کے لیے تعلیم کم از کم میٹرک

(۲) مدارس کے طلباء کے لیے درس نظامی

(۳) اصل قومی شناختی کارڈ اور اس کی فوٹو کاپی ہمراہ لائیں

جید علماء کرام، مذہبی سکالرز اور سابق قادیانی ماہرین کی ٹیم جدید ترین سمعی بصری ذرائع ابلاغ کے ساتھ داعیان کی تیاری کروائیں گے

نوٹ: موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں

منجانب: شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام پاکستان / برائے رابطہ ڈاکٹر محمد آصف 0300-9522878

خلافتِ راشدہ کے دو آفتاب صفت ستارے

بنتِ حافظ محمد طارق

خلیفہ سوم، امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین سلام اللہ ورضوانہ:

وہ معاشرہ جس کی رگ رگ میں برائیوں کا زہر اُترا ہوا ہو، جہالت اپنی پوری قوت کے ساتھ حکمرانی کر رہی ہو، گمراہی اور ظلمت شب کی تاریکی کی طرح چھا چکی ہو، ایسے سماج میں آباد لوگوں کی زندگیوں میں برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اندھیروں سے اکثر اندھیرے ہی جنم لیتے ہیں، جہالت کی گود میں پلنے والے جاہلانہ عادتیں ہی اپنا لیتے ہیں۔ برائیوں کے ماحول میں لوگ برائیاں ہی کرتے ہیں۔

برائیوں سے بھرپور معاشرہ میں کسی شخص کا پاکیزہ رہنا ایک اَنہونی بات ہے۔ لیکن وہ تھے اس انہونی کا نشان، اندھیروں میں چمکتے ستاروں کی طرح، بروں میں ایک اچھے انسان۔ اُن کی فطرت میں حیا تھی، پاکیزگی تھی۔ وہ اُس معاشرے میں ایک ایماندار تاجر کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ ایمانداری ایک ایسا وصف ہے جو کاروبار کے ساتھ ساتھ شخصیت کو بھی چار چاند لگا دیتی ہے۔ اُن کا شمار دولت مند تاجروں میں ہونے لگا۔ مزے کی بات تو دیکھئے اُن کی دولت سے اُن کے قدم بھٹکے نہیں، ڈگمگائے نہیں۔ وہ اپنی دولت نیکی اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتے رہے۔ اُن میں سخاوت کی خوبی، ایمان کی دولت سے مالا مال ہونے سے بہت پہلے سے نمایاں تھی، لیکن ایمان لانے کے بعد اُن کی سخاوت دو چند ہوگئی۔ ہر مشکل وقت میں انہوں نے اپنا مال پیش کیا۔ جنگوں کی تیاری میں انہوں نے ہمیشہ سب سے بڑھ کر حصہ لیا۔ انہیں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ اُن سے قلبی وروحانی تعلق تو تھا ہی، اس کے ساتھ ساتھ ایسا رشتہ بھی تھا جس کی بنا پر انہیں ذوالنورین کہا گیا۔

امارت کا منصب سنبھالا تو سلطنت کی حدیں اور وسیع ہوگئیں۔ انہوں نے پہلی بار بحری بیڑہ تیار کروایا جس کی بنا پر وہ بحیرۂ روم کی زبردست بحری طاقت بن گئے۔ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے انہوں نے بے شمار اقدامات کیے۔ ان اقدامات کے نتیجے میں حکومت مضبوط ہوئی، ملک میں خوشحالی آئی اور ترقی کے راستے کھلے۔ جب ان کے خلاف سازشوں کا آغاز ہوا تو محض اپنی شفقت اور صبر کی بنیاد پر باغیوں کی سخت گوشمالی نہ کی، ہر طرح کی مفاہمتی کوشش، مصالحت اور مصلحت کے باوجود یہ فتنہ دب نہ پایا تو بالآخر اُن کی شہادت کا سانحہ پیش آ گیا۔ وہ چاہتے تو فوج کو اپنی حفاظت کے لیے طلب کر سکتے تھے، لیکن محض اپنی ذات کے لیے انہوں نے کسی کو بھی خون بہانے سے منع کر دیا۔ تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کی واحد مثال ہے۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے چند خوبصورت اقوال ملاحظہ فرمائیں:

☆......اُس نے اللہ کا حق نہیں جانا جس نے لوگوں کا حق نہیں جانا۔☆......حقیر سے حقیر پیشہ اختیار کرنا ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔☆......گناہ کسی نہ کسی صورت میں دل کو بے قرار رکھتا ہے۔☆......اپنے رب کے سوا کس سے امید نہ رکھو۔☆......سب سے بُرا آدمی وہ ہے جو لوگوں کی برائیاں کرتا پھرے۔☆......غریب کا ایک روپیہ خیرات کرنا، مال دار کے ایک لاکھ روپے خیرات کرنے سے بہتر ہے۔......اللہ تعالیٰ اُن کی لحد پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔آمین۔

خلیفۂ چہارم امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ سلام اللہ ورضوانہ:

وہ کم سن تھے لیکن شعور رکھتے تھے۔اس عمر میں بھی انہیں اچھے اور برے کے بارے میں فرق معلوم تھا۔سب سے بڑی اور اہم بات یہ تھی کہ ان کی پرورش ایسے ہاتھ کر رہے تھے، جو سب سے زیادہ بابرکت تھے۔وہ انہی کے ساتھ اپنی زندگی کا ایک ایک پل گزار رہے تھے۔جب پورا خطہ ہدایت کی کرنوں سے جگمگا اُٹھا تو انہیں بچوں میں سب سے پہلے اس روشنی سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔روشنی کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ سارے چھپے ہوئے پہلوؤں اور گوشوں کو بے نقاب کر دیتی ہے۔ہدایت کی روشنی نے ان کی ذات کو بچپن ہی میں اس طرح منور کر دیا کہ ان کی سیرت اور کردار پر صرف اور صرف حق اور سچائی کا غلبہ ہو گیا۔

ان کی زندگی علم وفضل کا مرقع بن گئی۔تربیت کرنے والے مقدس ہاتھوں نے انہیں علم کا سمندر بنا دیا اور علم ہی ان کا اوڑھنا بچھونا بن گیا۔حکمت و دانائی ان کی ہر اِک اِک بات سے جھلکتی تھی۔مشکل معاملات میں رہنمائی کے لیے لوگ ان ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ان کے دانش مندانہ فیصلے اکثر لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتے تھے۔تاریخ کی کتابیں بھی اس بات کی گواہی دیتی ہیں۔

لیکن علم وفضل میں یہ مقام پانے کے ساتھ ساتھ وہ دوسری خوبیوں میں بھی کسی سے کم نہ تھے۔انہیں تلوار چلانے میں مہارت تھی، نیزہ بازی کے فن میں بھی کمال حاصل تھا۔فن کشتی میں بھی خوب نام کمایا، میدان جنگ میں ان کی بہادری نمایاں ہوتی تھی۔اسی بہادری کی بناء پر انہیں اپنے مادری نام ''الحیدرہ'' (شیر) پر ناز تھا۔

امارت کی ذمہ داری نے بھی ان کے مزاج میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔وہ سادہ مزاج تھے۔فقر و درویشی میں زندگی گزارتے تھے۔وہ شان وشوکت سے گریز کرتے تھے۔انہوں نے ہمیشہ عدل وانصاف سے کام لیا۔دوسروں کے ساتھ بھی اور اپنے ساتھ بھی۔انہوں نے اپنی پوری عمر کسی نہ کسی انداز میں دین کی خدمت کرتے ہوئے گزار دی۔اپنی کوششوں سے انہوں نے سینکڑوں لوگوں کو دین کے دائرے میں داخل کیا۔علم ودانش کی یہ تصویر کون تھے؟

یہ دامادِ رسول، حسنین کریمینؓ کے والد ماجد سیدنا علی ''رضی اللہ عنہ ورضی عنہ'' کے خدوخال ہیں۔

تین باتیں (اصلاح معاشرہ کی طرف ایک قدم)

ادارہ

سنتِ سلام:

ایک دوسرے سے ملتے ہوئے یارا ہگذر جاتے ہوئے مسلمانوں کا آپس میں سلام کہنا ''حقوق مسلمانی'' میں سے ہے۔

آج کل یہ غلط طریقہ رواج پکڑ رہا ہے کہ ''السلام علیکم'' کے جواب میں ''السلام علیکم'' ہی کہہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ''السلام علیکم'' کا مسنون جواب ''وعلیکم السلام'' یا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ'' ہے۔ اور اگر ابتداء کرنے والا ''السلام علیکم رحمۃ اللہ'' کہے تو جواب اس سے بہتر ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' ہوگا۔

خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ دونوں طرف سے ''السلام علیکم'' کہنے کا یہ مطلب ہوگا کہ جواب دونوں کے ذمہ باقی رہا اور اس طرح سے دونوں کا حق ایک دوسرے پر لازم رہے گا۔ اس لیے اوپر بتائے ہوئے مسنون طریقہ کے مطابق عمل کریں۔

ناخن پالش:

ناخن پر پالش لگانے کا رواج آج کل (بالخصوص عورتوں میں) بہت زیادہ ہے لیکن شرعی نقطۂ نگاہ سے یہ بہت بڑی قباحت کا موجب ہے۔ چونکہ ناخن پر مصالحہ کی تہہ جم جاتی ہے جس کی موجودگی میں وضو اور غسل کی صورت میں ناخن گیلا نہیں ہوسکتا بلکہ خشک اور پانی کے اثر سے محفوظ رہتا ہے اور اس طرح سے وضو اور غسل صحیح نہیں ہوتا۔ نتیجۃً نہ صرف یہ کہ تمام عبادات رائیگاں چلی جاتی ہیں بلکہ ضرورت شرعی کے ماتحت غسل درست نہ ہونے کا بہت زیادہ نقصان ہے۔ اس لیے ناخن پالش کا ترک ضروری ہے۔

میت والے کے گھر کھانا:

اس مسئلہ میں سب مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جس گھر میں میت ہوجائے وفات کے وقت سے تین دن رات تک اس کے گھر سے دوسروں کے لیے کھانا پینا درست نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ ازراہ ہمدردی عزیز واحباب تین روز تک میت والوں کے خورونوش کا انتظام کریں۔ بخلاف اس کے اکثر یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایام مذکورہ میں میت والے کے گھر سے خورونوش کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور تیسرے روز (جبکہ میت کو دو ہی روز بمشکل گزرے ہوتے ہیں) ختم کلام پاک یا قل خوانی وغیرہ کی جا کر طعام بغرض ایصال ثواب تقسیم کیا جاتا ہے جسے لوگ درست سمجھ کر کھاتے ہیں حالانکہ جب تک ایام تعزیت (تین دن رات) نہ گزر جائیں اس وقت تک صاحب میت کے ہاں سے کھانا پینا کسی دوسرے کے لیے درست نہیں۔ اس لیے اس معاملہ میں احتیاط لازم ہے تاکہ احکام شرعی کی خلاف ورزی نہ ہو۔

جب بھی سہولت ہو، نقد، جنس یا طعام بغرض ایصال ثواب خیرات کرنا مستحب ہے لازم نہیں۔ کلام اور خیرات سمیت تمام اعمال حسنہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

ماہِ رجب اور واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر مفتی محمد نجیب قاسمی سنبھلی

اسلامی سال کا ساتواں مہینہ رجب المرجب ہے۔ رجب اُن چار مہینوں میں سے ایک ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینے قرار دیا ہے:

''اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہیں، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ ہیں جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے ہیں۔'' (التوبہ:۳۶)

ان چار مہینوں کی تحدید قرآن کریم میں نہیں ہے، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب۔ ضمنی طور پر یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیثِ نبوی کے بغیر قرآن کریم نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ ان چار مہینوں کو اشہرِ حرم (حرمت والے مہینے) اس لیے کہتے ہیں کہ ان میں ہر ایسے کام جو فتنہ وفساد، قتل وغارت گری اور امن وسکون کی خرابی کا باعث ہو، سے منع فرمایا گیا ہے، اگرچہ لڑائی جھگڑا سال کے دیگر مہینوں میں بھی حرام ہے، مگر ان چار مہینوں میں لڑائی جھگڑا کرنے سے خاص طور پر منع کیا گیا ہے۔ ان چار مہینوں کی حرمت وعظمت پہلی شریعتوں میں بھی مُسلَّم رہی ہے حتیٰ کہ زمانہ جاہلیت میں بھی ان چار مہینوں کا احترام کیا جاتا تھا۔

رجب کا مہینہ شروع ہونے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کرتے تھے:

''اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ'' (مسند احمد، بزار، طبرانی، بیہقی)

''اے اللہ! رجب اور شعبان کے مہینوں میں ہمیں برکت عطا فرما اور ماہِ رمضان تک ہمیں پہنچا۔''

لہٰذا ماہِ رجب کے شروع ہونے پر ہم یہ دعا یا اس مفہوم پر مشتمل دعا مانگ سکتے ہیں۔ اس دعا سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رمضان کی کتنی اہمیت تھی کہ ماہِ رمضان کی عبادت کو حاصل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان سے دو ماہ قبل دعاؤں کا سلسلہ شروع فرمادیتے تھے۔ ماہِ رجب کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت حاصل ہوئی، جس سے ماہِ رجب کا کسی حد تک مبارک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ البتہ ماہِ رجب میں کسی خاص نماز پڑھنے کا یا کسی معین دن کے روزے رکھنے کی خاص فضیلت کا کوئی ثبوت احادیث صحیحہ سے نہیں ملتا ہے۔ نماز وروزہ کے اعتبار سے یہ مہینہ دیگر مہینوں کی طرح ہی ہے۔ البتہ رمضان کے پورے ماہ کے روزے رکھنا ہر بالغ مسلمان مرد وعورت پر فرض ہیں اور ماہِ شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی ترغیب احادیث میں موجود ہے۔ ماہِ رجب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمرہ ادا کیا یا نہیں؟ اس بارے میں علماء ومؤرخین کی آراء مختلف ہیں۔ البتہ دیگر مہینوں کی طرح ماہِ رجب میں بھی عمرہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ اسلاف سے بھی اس ماہ میں عمرہ ادا کرنے کے ثبوت ملتے ہیں، البتہ رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ میں عمرہ ادا کرنے کی کوئی خاص فضیلت احادیث میں موجود نہیں ہے۔

واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

اس واقعہ کی تاریخ اور سال کے متعلق، مؤرخین اور اہل سیر کی آراء مختلف ہیں، ان میں سے ایک رائے یہ ہے کہ نبوت کے بارہویں سال ۲۷ رجب کو ۵۱ سال ۵ مہینہ کی عمر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی، جیسا کہ علّامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ نے اپنی کتاب ''مُہرِ نبوت'' میں تحریر فرمایا ہے۔ اِسراء کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں۔ مسجدِ حرام (مکہ مکرمہ) سے مسجدِ اقصیٰ کا سفر جس کا تذکرہ سورۂ بنی اسرائیل ''سُبۡحَانَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِالۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی'' میں کیا گیا ہے، اس کو اِسراء کہتے ہیں۔ اور یہاں سے جو سفر آسمانوں کی طرف ہوا اس کا نام معراج ہے۔ ''معراج'' ''عروج'' سے نکلا ہے جس کے معنی چڑھنے کے ہیں۔ حدیث میں ''عُرِجَ بِی'' یعنی ''مجھ کو اوپر چڑھایا گیا'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس لیے اس سفر کا نام معراج ہو گیا۔ اس مقدس واقعہ کو اِسراء اور معراج دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ کا ذکر سورۂ نجم کی آیات میں بھی ہے:

''پھر وہ قریب آیا اور جھک پڑا، یہاں تک کہ وہ دو کمانوں کے فاصلے کے برابر قریب آ گیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک، اس طرح اللہ کو اپنے بندے پر جو وحی نازل فرمانی تھی، وہ نازل فرمائی۔''

سورۃ النجم کی آیات ۱۳۔۱۸ میں وضاحت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس موقع پر) بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں:

''اور حقیقت یہ ہے انہوں نے اس (فرشتے) کو ایک اور مرتبہ دیکھا ہے۔ اس درخت کے پاس جس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے، اسی کے پاس جنت الماوٰی ہے، اس وقت اس بیر کے درخت پر وہ چیزیں چھائی ہوئی تھیں جو بھی اس پر چھائی ہوئی تھیں۔ (نبی کی) آنکھ نہ تو چکرائی اور نہ حد سے آگے بڑھی، سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بہت کچھ دیکھا ہے۔''

اور یہ واقعہ احادیثِ متواترہ سے بھی ثابت ہے، یعنی صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی ایک بڑی تعداد سے معراج کے واقعہ سے متعلق احادیث مروی ہیں۔

انسانی تاریخ کا سب سے لمبا سفر:

قرآن کریم اور احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے کہ اسراء و معراج کا تمام سفر صرف روحانی نہیں، بلکہ جسمانی تھا، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سفر کوئی خواب نہیں تھا، بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا۔ یہ ایک معجزہ تھا کہ مختلف مراحل سے گزر کر اتنا بڑا سفر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے صرف رات کے ایک حصہ میں مکمل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جو اس پوری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے لیے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے، کیونکہ وہ تو قادرِ مطلق ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے تو ارادہ کرنے پر چیز کا وجود ہو جاتا ہے۔ معراج کا واقعہ پوری انسانی تاریخ کا ایک ایسا عظیم، مبارک اور بے نظیر معجزہ ہے جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ خالق کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دے کر اپنا مہمان بنانے کا وہ شرفِ عظیم عطا فرمایا، جو نہ کسی انسان کو کبھی حاصل ہوا ہے اور نہ کسی مقرب ترین فرشتے کو۔

واقعۂ معراج کا مقصد:

واقعۂ معراج کے مقاصد میں جو سب سے مختصر اور عظیم بات قرآن کریم کی سورۂ بنی اسرائیل میں ذکر کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ ''تاکہ ہم (اللہ تعالیٰ) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلائیں''۔ اس کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عظیم الشان مقام ومرتبہ دینا ہے جو کسی بھی بشر حتیٰ کہ کسی مقرب ترین فرشتہ کو نہیں ملا ہے اور نہ ملے گا۔ نیز اس کے مقاصد میں اُمتِ مسلمہ کو یہ پیغام دینا ہے کہ نماز ایسا مہتم بالشان عمل اور عظیم عبادت ہے کہ اس کی فرضیت کا اعلان زمین پر نہیں، بلکہ ساتوں آسمانوں کے اوپر بلند واعلیٰ مقام پر معراج کی رات میں ہوا۔ نیز اس کا حکم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرضیت نماز کا تحفہ بذاتِ خود اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ نماز اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے اور اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو مانگنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

واقعۂ معراج کی مختصر تفصیل:

اس واقعہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کا طشت لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے پُر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ چاک کیا گیا۔ پھر اُسے زمزم کے پانی دھویا گیا، پھر اُسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا اور پھر بجلی کی رفتار سے زیادہ تیز چلنے والی ایک سواری یعنی براق لایا گیا جو لمبا سفید رنگ کا چوپایا تھا، اس کا قد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا، وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نظر پڑتی تھی۔ اس پر سوار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس لے جایا گیا اور وہاں تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی، پھر آسمانوں کی طرف لے جایا گیا۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحیٰ علیہ السلام تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد ''البیت المعمور'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا گیا، جہاں روزانہ ستر ہزار فرشتے اللہ کی عبادت کے لیے داخل ہوتے ہیں، جو دوبارہ اس میں لوٹ کر نہیں آتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس کے پتے اتنے بڑے ہیں جیسے ہاتھی کے کان ہوں اور اس کے پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے مٹکے ہوں۔ جب سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ کے حکم سے ڈھانکنے والی چیزوں نے ڈھانک لیا تو اس کا حال بدل گیا، اللہ کی کسی بھی مخلوق میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے حسن کو بیان کر سکے۔ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں چار نہریں نظر آئیں: دو باطنی نہریں اور دو ظاہری نہریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ باطنی دو نہریں جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری دو نہریں فرات اور نیل ہیں (فرات عراق میں اور نیل مصر میں ہے)۔

نماز کی فرضیت:

اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی وحی فرمائی جن کی وحی اس وقت فرمانا تھا اور پچاس نمازیں فرض کیں۔ واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چند مرتبہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئے اور نماز کی تخفیف کی درخواست کی۔ ہر مرتبہ پانچ نمازیں معاف کر دی گئیں، یہاں تک کہ صرف پانچ

نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر بھی مزید تخفیف کی بات کہی، لیکن اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ تخفیف کا سوال کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے اور میں اللہ کے اس حکم کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا دی گئی: میرے پاس بات بدلی نہیں جاتی ہے، یعنی میں نے اپنے فریضہ کا حکم باقی رکھا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی اور میں ایک نیکی کا بدلہ دس بنا کر دیتا ہوں۔ غرضیکہ ادا کرنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہی ہیں۔

معراج کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین انعام

اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین انعام دیئے گئے:

۱: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے انسان کا رشتہ جوڑنے کا سب سے اہم ذریعہ یعنی نماز کی فرضیت کا تحفہ ملا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی اُمت کی فکر اور اللہ کے فضل و کرم کی وجہ سے پانچ نمازوں کی ادائیگی پر پچاس نمازوں کا ثواب دیا جائے گا۔

۲: سورۃ البقرہ کی آخری آیات ''آمَنَ الرَّسُولُ'' سے لے کر آخر تک عنایت فرمائی گئی۔

۳: اس قانون کا اعلان کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت شرک کے علاوہ تمام گناہوں کی معافی ممکن ہے، یعنی کبیرہ گناہوں کی وجہ سے ہمیشہ عذاب میں نہیں رہیں گے، بلکہ توبہ سے معاف ہو جائیں گے یا عذاب بھگت کر چھٹکارا مل جائے گا، البتہ کافر اور مشرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

معراج میں دیدارِ الٰہی:

زمانہ قدیم سے اختلاف چلا آ رہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں دیدارِ خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں؟ اور اگر رؤیت ہوئی تو وہ رؤیت بصری تھی یا رؤیت قلبی تھی؟ البتہ ہمارے لیے اتنا مان لینا ان شاء اللہ کافی ہے کہ یہ واقعہ برحق ہے، یہ واقعہ رات کے صرف ایک حصہ میں ہوا، نیز بیداری کی حالت میں ہوا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک بڑا معجزہ ہے۔

قریش کی تکذیب اور ان پر حجت قائم ہونا:

رات کے صرف ایک حصہ میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس جانا، انبیاء کرام علیہ السلام کی امامت اور وہاں نماز پڑھانا، پھر وہاں سے آسمانوں تک تشریف لے جانا، انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات اور پھر اللہ جل شانہ کی دربار میں حاضری، جنت و دوزخ کو دیکھنا، مکہ مکرمہ تک واپس آنا اور واپسی پر قریش کے ایک تجارتی قافلہ سے ملاقات ہونا جو ملک شام سے واپس آ رہا تھا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو معراج کا واقعہ بیان کیا تو قریش تعجب کرنے لگے اور جھٹلانے لگے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ: اگر انہوں نے یہ بات کہی ہے تو سچ فرمایا ہے۔ اس پر قریش کے لوگ کہنے لگے کہ: کیا تم اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ: میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب باتوں کی تصدیق کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آسمانوں سے آپ کے پاس خبر آتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب صدیق پڑ گیا۔ اس کے بعد جب قریش مکہ کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے احوال دریافت کیے گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیت المقدس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روشن فرما دیا، اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ

وسلم حطیم میں تشریف فرما تھے۔ قریش مکہ سوال کرتے جارہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے جارہے تھے۔

سفر معراج کے بعض مشاہدات:

اس اہم وعظیم سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت ودوزخ کے مشاہدہ کے ساتھ مختلف گناہگاروں کے احوال بھی دکھائے گئے جن میں سے بعض گناہگاروں کے احوال اس جذبہ سے تحریر کررہا ہوں کہ ان گناہوں سے ہم خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچنے کی ترغیب دیں۔

کچھ لوگ اپنے سینوں کو ناخنوں سے چھیل رہے تھے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ: وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی بے آبروئی کرنے میں پڑے رہتے ہیں۔ (ابوداؤد)

سودخوروں کی بدحالی:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر بھی گزرا جن کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے جیسے (انسانوں کے رہنے کے) گھر ہوتے ہیں، ان میں سانپ تھے جو باہر سے ان کے پیٹوں میں نظر آرہے تھے۔ میں نے کہا کہ: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سود کھانے والے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

کچھ لوگوں کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے، کچل جانے کے بعد پھر ویسے ہی ہوجاتے تھے جیسے پہلے تھے۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری تھا، ختم نہیں ہورہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ: یہ لوگ نماز میں کاہل کرنے والے ہیں۔

(انوار السراج فی ذکر الاسراء والمعراج، حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہیؒ)

زکاۃ نہ دینے والوں کی بدحالی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کی شرمگاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں اور اونٹ وبیل کی طرح چرتے ہیں اور کانٹے دار وخبیث درخت اور جہنم کے پتھر کھارہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں: جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہیں۔

(انوار السراج فی ذکر الاسراء والمعراج)

سڑا ہوا گوشت کھانے والے لوگ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت ہے اور

ایک ہانڈی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے، یہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب عورت موجود ہے، مگر وہ زانیہ اور فاحشہ عورت کے ساتھ شب باشی کرتے ہیں اور صبح تک اسی کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ عورتیں ہیں جو حلال اور طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار شخص کے ساتھ رات گزارتی ہیں۔ (انوار السراج فی ذکر الاسراء والمعراج)

سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟

احادیث میں ''سدرۃ المنتہیٰ'' اور ''السدرۃ المنتہیٰ'' دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔ قرآن کریم میں ''سدرۃ المنتہیٰ'' استعمال ہوا ہے۔ ''سدرۃ'' کے معنی بیر کے ہیں اور ''منتہیٰ'' کے معنی انتہا ہونے کی جگہ کے ہیں۔ اس درخت کا یہ نام رکھنے کی وجہ صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ اسی پر منتہی ہو جاتے ہیں اور جو بندوں کے اعمال نیچے سے اوپر جاتے ہیں وہ وہاں پر ٹھہر جاتے ہیں، یعنی آنے والے احکام پہلے وہاں آتے ہیں، پھر وہاں سے نازل ہوتے ہیں اور نیچے سے جانے والے جو اعمال ہیں وہ وہاں ٹھہر جاتے ہیں، پھر اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔

وضاحت:

واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کوئی خاص عبادت ہر سال ہمارے لیے مسنون یا ضروری نہیں ہے۔ تاریخ کے اس بے مثال واقعہ کو بیان کرنے کا اہم مقصد یہ ہے کہ ہم اس عظیم الشان واقعہ کی کسی حد تک تفصیلات سے واقف ہوں اور ہم اُن گناہوں سے بچیں جن کے ارتکاب کرنے والوں کا برا انجام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پھر اُمت کو بیان فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرما اور دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی عطا فرما۔ آمین

(بشکریہ ماہنامہ بینات کراچی، فروری 2020)

چوتھا سالانہ سہ روزہ تربیتی اجتماع برائے ذمہ داران

مجلس احرار اسلام حلقہ وسطی و بالائی پنجاب پاکستان

13 تا 15 مارچ 2020ء بروز جمعہ تا اتوار، ایوان احرار C/69 نیو مسلم ٹاؤن لاہور

تمام ذمہ داران کو مرکز کی طرف سے جلد ہی دعوت نامہ موصول ہو جائے گا۔ جن حضرات تک کسی بھی وجہ سے اگر نہ پہنچ سکے تو وہ اس اشتہار کو ہی دعوت نامہ تصور کریں اور اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر لازماً اس اجتماع میں شریک ہوں

نوٹ: تمام احباب 12 مارچ بروز جمعرات شام تک ایوان احرار لاہور پہنچ جائیں

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختم نبوت، مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان / برائے رابطہ، ڈاکٹر محمد آصف: 0300-9522878

ڈاکٹر لال خان کی کلمہ طیبہ اور انقلاب زندہ باد کے نعروں میں رخصتی

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

یثرب تنویر گوندل سے ڈاکٹر لال خان تک کا کئی دھائیوں پر مشتمل سفر چند روز پیشتر اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ ڈاکٹر لال خان پاکستان میں بائیں بازو کی نظریاتی جدوجہد کی پہچان اور شناخت تھے۔ وہ ساری زندگی طبقاتی جدوجہد اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف نبرد آزما رہے۔ اُن کی تحریکی زندگی کا آغاز طالب علمی کے زمانہ میں پی ایس ایف سے ہوا اور وہ صدر ضیاء الحق کے دور میں ایک مزاحمتی کردار کی صورت میں ابھرے۔ ایک سال پس دیوار زنداں رہے۔ رہائی کے بعد جب اُن کی جان کو شدید خطرات لاحق ہوئے تو والد نے انہیں ہالینڈ بھیج دیا۔ 1986ء میں بے نظیر بھٹو کی پاکستان واپسی پر امریکہ کے خلاف سرگرم نوجوانوں کے ہاتھوں امریکی پرچم جلانے کا واقعہ پیش آیا۔ جس کے محرک وہ نوجوان تھے جو ''جدوجہد'' کے نام سے امریکہ کے خلاف اپنی سرگرمیاں تیز کیے ہوئے تھے۔ ''جدوجہد'' کی قیادت ڈاکٹر لال خان کے ہاتھ میں تھی جو پاکستان آ کر لیفٹ کی سیاست کو فعال کر چکے تھے۔ نوے کی دہائی میں انہوں نے منو بھائی کے ساتھ مل کر پیپلز پارٹی کا نیا منشور ترتیب دیا اور پیپلز پارٹی میں مارکسزم کی بنیاد کو مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنی سیاست کا آغاز سوشلسٹ انقلاب کے نعرے سے ہوا تھا، مگر وقت کے ساتھ ساتھ یہ نعرہ عملی شکل اختیار کرنے کے بجائے محض نعرہ ہی رہا۔ جس نے لال خان جیسے کٹر نظریاتی مارکسٹوں کو مایوسی سے دوچار کیا۔ لال خان نے پیپلز پارٹی اور اس کے قائد ذوالفقار علی بھٹو سے اسی وجہ سے شدید اختلافات کا اظہار کیا اور وہ زندگی کے آخری سانسوں تک برملا اپنے نظریاتی اختلافات کو تحریر و تقریر میں بیان کرتے رہے اور اپنی جماعت کو نظریاتی بنیادوں پر چلانے کے لیے کارل مارکس کے افکار و نظریات کی مشعل دکھاتے رہے۔ وہ قیادت سے مایوس ہو گئے، مگر انہوں نے سماج اور محنت کشوں کو ہمیشہ سینے سے لگائے رکھا اور کہا کہ ''جس طبقے نے پیپلز پارٹی کو جنم دیا اور پھر پے در پے کئی اقتدار دیے، وہ آج کہیں زیادہ محکوم، محروم اور بدحال ہے۔'' اقتدار کے ساتھ رواں دواں رہنے کو تو سب تیار و مستعد ہوتے ہیں، لیکن مفلوک الحال عوام کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ جس کے سبب عوام محض مقتدر قوتوں کی بیساکھی بن کر رہ جاتے ہیں اور اُن کے حالات بد سے بدتر ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر لال خان نے مارکسزم کو اُس وقت رواج دینے کی بھرپور جدوجہد کی، جب ہمارے ترقی پسند دانشوروں کی اکثریت میں رُوس کے انقلاب کی بنیادیں ہلا دینے والے گورباچوف کی کتابوں گلاسنوسٹ اور پرسٹرائیکا کو پذیرائی حاصل ہو رہی تھی، اور جس کے نتیجے میں ہارڈ کور مارکسسٹ کمیونزم فکری طور پر پسپائی کا شکار تھا۔ لال خان نے اپنی مختلف جماعتیں تشکیل دے کر ان کے پلیٹ فارم سے عملی کام کے ساتھ ساتھ لٹریچر کی بھی اشاعت کی اور اپنے کارکنوں میں نظریاتی تربیت کے لیے سٹڈی سرکل اور اجتماعات کا انتظام کیا۔ لال خان نے اپنے نظریات کی اشاعت کے لیے متعدد کتابیں بھی تحریر کیں۔ جنہیں اپنے حلقہ میں کافی پذیرائی میسر آئی۔ ڈاکٹر لال خان اپنے افکار میں ایک سچے اور مخلص نظریاتی رہنما تھے۔ جن کے فکر و نظر سے اختلاف ہوتے ہوئے بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی سوچ، طریقہ کار اور منصوبے کے مطابق جس سماج کی تشکیل اور ترویج کے لیے کوشاں تھے۔ وہ سرمایہ دارانہ نظام سے متصادم مزدور اور نچلے طبقہ کی خوش حالی اور سربلندی سے متصف معاشرہ تھا۔ لال خان کے ساتھ کئی برس گزارنے والے ہمارے عزیز دوست

جناب محمد ابوبکر شبیر بتاتے ہیں کہ جس طرح لال خان محنت کشوں کی بے دریغ خفیہ مالی امداد کیا کرتے تھے، لبرل اور سیکولر طبقہ میں شاید ہی ایسی کوئی دوسری مثال موجود ہو۔ اسی طرح دیگر سوشلسٹوں کے برعکس وہ مذہب کے خلاف انتہا پسندانہ تحریروں اور تقریروں کے برعکس اپنے نظریات کے فروغ کے قائل تھے۔ اس لیے مذہبی طبقہ کے ساتھ ان کا ٹکراؤ کبھی نہ ہوسکا۔ اگر اِس اور اس جیسی متعدد روایات پر اعتماد کیا جائے تو موجودہ دور میں لال خان جیسے نظریاتی لوگوں کی ضرورت مزید بڑھ جاتی ہے جو اپنی رائے اور نظریے کو مسلط کرنے یا دوسروں کے عقائد کو مجروح کرنے کا باعث نہ بنیں۔ اگر ہمارے تمام طبقات میں برداشت کی ایسی فضا قائم ہو جائے تو باہمی منافرت اور تعصب خود بخود دم توڑ دیں گے۔ ماضی میں جھانکیے تو آپ کو مجلس احرار اسلام کے رہنما بالخصوص حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ترقی پسند رہنما سید سجاد ظہر، کامریڈ محمد اشرف، ساحر لدھیانوی، سبط حسن، فیض احمد فیض، میاں افتخار الدین اور حبیب جالب ایک ساتھ بیٹھے دکھائی دیتے ہیں۔ خود ڈاکٹر لال خان سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مداحوں میں سے تھے۔ اب مذہبی اور سیکولر طبقات میں دوری نے نفرت اور تعصّبات کی ایک ایسی دیوار کھڑی کردی ہے کہ جسے پار کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوگیا ہے۔ شاید اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اب نظریات کی جگہ مفادات اور اغراض نے لے لی ہے۔ جس سے قربتوں کے زاویے سکڑ کر رہ گئے ہیں۔

میری لال خان سے ملاقات نہ ہو پائی، لیکن میں نے انہیں قبر میں اترنے سے پہلے دیکھا اور اُن کے جنازے میں اُن کے شاگردوں، کارکنوں اور رہنماؤں کو افسردہ اور ملال سے نڈھال پایا۔ اُن کا جنازہ بھی اپنی نوعیت کا منفرد جنازہ تھا۔ اُن کی میت کے ساتھ مقامی افراد کی ایک ٹولی مل کر بہ آواز بلند کلمہ طیبہ کا مسلسل ورد کر رہی تھی، جبکہ جنازہ کے درمیان سرخ جھنڈے اٹھائے بوڑھے اور جوان کامریڈ باآواز بلند ''انقلاب انقلاب، سوشلسٹ انقلاب'' کی صداؤں کے ساتھ نعرہ زن تھے۔ مذہب اور مارکسزم کے اس امتزاج نے عجیب منظر پیش کیا۔ جس سے نہ اہل مذہب کو کوئی شکایت پیدا ہوئی اور نہ مارکس کے پرستار معترض ہوئے۔ لال خان مر کے دونوں طبقات کو اکٹھا کر گیا۔ حیرت ہوئی کہ کارل مارکس کے پیروکار مذہب کو افیون کہتے ہیں، لیکن لال خان کا جنازہ بھی پڑھا گیا اور دیگر مروجہ رسوم بھی ادا ہوئیں۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ کامریڈ لال خان کو مارکسسٹ ہوتے ہوئے بھی مذہب کے زندگی میں عمل دخل سے انکار نہ تھا۔ ورنہ وہ جنازہ کی نماز کے ادا نہ کیے جانے کی وصیت بھی کر سکتے تھے۔ لال خان پاکستان میں مارکسزم سے مخلص آخری نظریاتی آدمی تھے۔ جن کی موت سے سوشلسٹ طبقہ ایک بے لوث اور بے غرض رہنما سے محروم ہوگیا ہے اور محنت کشوں اور پرولتاریوں کے حق میں اٹھنے والی توانا آواز ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی ہے۔

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

ایک افسانہ ایک حقیقت

حبیب الرحمٰن بٹالوی

جب بھی گرتے ہیں آنکھوں سے ہمارے آنسو صفحۂ قرطاس پہ ہم اُن کو بچھا دیتے ہیں

''بیٹی! میں تمہارا قصوروار ہوں۔ مجھے کیا پتا تھا۔ تو ہمارے بڑھاپے کا سہارا بنے گی۔ میں تو تجھے پیدا ہوتے ہی سڑک پر پھینک آیا تھا۔ بیٹی! مجھے معاف کر دینا۔ بیٹی! مجھے معاف کر دینا۔''

ادھیڑ عمر کی ایک خاتون۔ اپنی مجبوریوں کی ماری ہوئی۔ کسی گھر میں بچوں کو ٹیوشن پڑھانے آیا کرتی۔ خاموشی سے اپنا کام کرتی اور چلی جاتی۔ تعلیم اور تعلم سے ہٹ کر کوئی بات نہ کرتی۔ بہت کم بولتی۔ ایک دن بچوں کی ماں بضد ہوگئی۔ اُسے کہنے لگی۔ بہن! آپ خاموش رہتی ہیں۔ کیا بات ہے؟ گھر میں خیریت ہے؟ کیا آپ کی شادی ہو چکی ہے؟ کتنے بچے ہیں۔ اُس کے اصرار پر ٹیچر نے جو اپنی بپتا سنائی۔ وہ اُسی کے الفاظ میں پیش کی جا رہی ہے۔

میری پیدائش سے پہلے میری دو بہنیں تھیں۔ میرے والد میری ماں سے کہتے اگر اب بھی بیٹی آئی تو میں اُس کا گلا گھونٹ دوں گا۔ حالانکہ بیٹا، بیٹی ماں کے بس میں نہیں ہے۔ ہاں! اولاد ہر ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے۔ کہ بچے خدا کے باغ کے پھول ہیں۔ اُن کی وجہ سے رحمت، برکت ہوتی ہے۔ وہ گھر ویرانہ لگتا ہے جس میں بچے نہ ہوں اور یہ تو اللہ تعالیٰ کی دین ہے جو چاہے کسی کو دے وہ خود کہتا ہے میں جس کو چاہتا ہوں، بیٹے ہی بیٹے دیتا ہوں۔ بعض کو بیٹیاں ہی بیٹیاں بعض کو ملا جلا کے دیتا ہوں۔ اور بعض کی کوکھ بانجھ کر دیتا ہوں کچھ بھی نہیں دیتا۔ وہ بے نیاز ہے۔ بے پرواہ ہے جو چاہے کرے۔

اِکناں نوں کجھ نہ دیوے
اک نوں اِک دِتا اووی گیا مر
حافظ! صاحب نوُں کون آکھے
اِنج نئیں تے اِنج کر!

پھر ہوا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تیسری بھی بیٹی عطا کی۔ مجھے بھیج دیا۔ میرے ابا اکثر ماں سے لڑتے رہتے۔ غصے کا اظہار کرتے میں اسے مار دوں گا۔ اس کا گلا گھونٹ دوں گا۔ میں اسے زندہ نہیں رہنے دوں گا! ماں چاہ غم میں سسکیاں بھرتی اللہ سے رجوع کرتی۔ ابا کو سمجھاتی مگر ابا پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ ایک رات ابا نے امی کی نظر بچا کر مجھے اٹھایا اور دور ویرانے میں پھینک آئے۔ رات گزر گئی ابا کے مطابق وہ صبح سویرے دیکھنے گئے۔ آخر انسان تھے کوئی پتھر تو نہیں تھے۔ ادھر ماں اسے برابر کوسنے دے رہی تھی، ہلکان ہو رہی تھی۔ جا کے دیکھا تو میں صحیح سلامت انگوٹھا چوس رہی تھی، ابا گھر اٹھا لائے۔ رات کو جہالت نے پھر زور مارا۔ بیٹی کو اٹھایا اور ویرانے میں چھوڑ آیا صبح جا کر دیکھا پھر صحیح سلامت۔ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے، ابا کے ضمیر نے ملامت کی وجدان نے کہا کوئی بات ضرور ہے۔ چھٹی حس بولی میں لاکھ کوشش کروں اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ رکھنا ہے کسی گاڑی نے اسے نہیں کچلا، کتے بلی نے نہیں کھایا، کسی راہ گیر کا پاؤں اِس پر نہیں آیا ضرور اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ

کی کوئی حکمت کارفرما ہے۔ اُسے سمجھ آ گئی۔ مجھے گھر لے آیا بیوی کی گود میں ڈال دیا۔ میں پلی بڑھی، پروان چڑھی، تعلیم حاصل کی۔ مجھے ایک سکول میں ملازمت مل گئی۔ میرے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں تین بھائی عطا کیے۔ گھر کے زیادہ تر اخراجات میرے اوپر تھے۔ میرے بھائی بہن تعلیم حاصل کرتے رہے۔ زندگی میں آگے بڑھتے رہے۔ وہ جو کسی نے کہا ہے ''بیٹی بڑی ہو جائے تو ماں باپ کو فکر لاحق ہو جاتا ہے کہ اب یہ گھر سے رخصت ہو جائے گی۔ اور جب بیٹا بڑا ہو جاتا ہے۔ تو ماں باپ کو یہ فکر لاحق ہو جاتا ہے کہ اب یہ ہمیں گھر سے نکال دے گا۔ بہنیں اپنے اپنے وقت پر اپنے سسرال رخصت ہوتی گئیں۔ بھائیوں کی جب شادی ہوتی گئی۔ تب تب وہ اڑنچھو ہوتے گئے۔ ماں باپ کو چھوڑتے گئے کہ

تین بیٹے پال سکتا ہے خوشی سے ایک باپ — اُن کی خاطر ہر جفا سہنے کو وہ تیار ہے!
ایک بوڑھے باپ کی خدمت اگر کرنی پڑے — سارے بیٹوں کے لیے یہ مرحلہ دشوار ہے

میری ملازمت ہی گھر کی ضروریات پوری کرنے کا واحد ذریعہ تھا۔ اس لیے والدین نے سوچا کہ اس کی بہنوں کے بعد اس کی بھی شادی کر دیں گے۔ مگر اب میری عمر ہاتھ سے نکلی جا رہی تھی۔ میں کماتی رہی اپنے بھائیوں کو کھلاتی رہی اپنی جوانی کا رنگ روغن اُن پر لگاتی رہی اب میرے بالوں میں چاندی اُتر آئی ہے۔ گھر کے لیے محنت مزدوری کرنا میری عادت ثانیہ بن چکی ہے۔ ماں باپ بوڑھے ہو چکے ہیں میں اُن کی ضرورت بن چکی ہوں بہن بھائیوں نے کبھی پلٹ کر نہیں پوچھا کہ اس کی بھی شادی ہونی چاہیے اور:

کون ہوتا ہے شریکِ غمِ ہستی اے دوست!
ڈال بھی سُوکھے ہوئے پات گرا دیتی ہے

ماں باپ کہتے ہیں۔ اب تو بھی شادی کر لے مگر اُن کے چہرے کی جھریاں میرا راستہ روک لیتی ہیں۔ کہتی ہوں اگر میں بھی انہیں چھوڑ کر چلی جاؤں تو اس بڑھاپے میں کون اِن کا سہارا بنے گا؟ اس لیے میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ میں اب اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی جیوں گی۔ انہی کے ساتھ مروں گی اُنہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔

میرے ابّا اب بھی کبھی کبھار میری حالت دیکھ کر میرے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ روتے ہوئے کہتے ہیں: ''بیٹی! میں تمہارا قصوروار ہوں۔ مجھے کیا پتا تھا۔ تو ہمارے بڑھاپے کا سہارا بنے گی۔ میں تو تجھے پیدا ہوتے ہی سڑک پر پھینک آیا تھا۔ بیٹی مجھے معاف کر دینا بیٹی مجھے معاف کر دینا!''

دوسرا سالانہ سہ روزہ دورہ تربیت المعلمین

6 تا 8 اپریل 2020ء بروز سوموار تا بدھ، ایوان احرار C/69 نیو مسلم ٹاؤن لاہور

مجلس احرار اسلام کے شعبہ تعلیم کے زیر اہتمام، مجلس کے ماتحت کام کرنے والے تمام مدارس و جامعات کے اساتذہ کی تربیت کے حوالے سے منعقد ہو رہا ہے۔ تمام مدارس و جامعات کے ذمہ داران کو جلد ہی دعوتی خط موصول ہو جائے گا۔ جن حضرات تک دعوت نامہ نہ پہنچ سکے وہ اسی اشتہار کو دعوت نامہ تصور کریں۔

نوٹ: تمام احباب 5 اپریل بروز اتوار شام تک ایوان احرار لاہور پہنچ جائیں

شعبہ تعلیم مجلس احرار اسلام پاکستان / برائے رابطہ، ڈاکٹر محمد آصف: 0300-9522878

دورِ جدید کی غلامی

منصور اصغر راجہ

سابق امریکی معاشی غارت گر جان پرکنز نے اپنی کتاب The Secret History Of The American Empire (امریکی سامراج کی خفیہ تاریخ) میں ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے عالمی مالیاتی اداروں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی معاشی دہشت گردی کی خوفناک کہانی کا آغاز انڈونیشیا کے تذکرے سے کیا ہے۔ 1970 کی دہائی میں عالمی مالیاتی اداروں نے اپنا ''اقتصادی معجزہ'' دکھانے کے لیے انڈونیشیا کا انتخاب کیا۔ اُس وقت سابق فوجی آمر سوہارتو انڈونیشیا میں سیاہ وسفید کے مالک ہوا کرتے تھے اور جمہوریت کی ٹھیکیدار ہر امریکی حکومت ان کی پشت پناہی کو اپنا فرضِ اولین خیال کرتی تھی۔ چنانچہ اگلے دو ڈھائی عشروں تک انڈونیشیا میں سرکاری سطح پر ملکی اقتصادی ترقی کے ڈنکے بجائے جاتے رہے، جنہیں عالمی مالیاتی اداروں کے ماہرینِ معیشت اپنی وضع کردہ معاشی پالیسیوں کا ثمر قرار دیتے تھے۔ لیکن دوسری طرف اصل سچ یہ تھا کہ انڈونیشیا کے عوام کو اس ''اقتصادی ترقی'' کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ دراصل اس ترقی کے فوائد صرف اور صرف اقتدار پر قابض مٹھی بھر دولت مند طبقہ ہی سمیٹ رہا تھا۔ حکومت نے مقتدر طبقے کو خوشحال اور دولت مند بنانے کے لیے عالمی مالیاتی اداروں سے بھاری قرضے لیے۔ ورلڈ بینک کے شعبہ گلوبل ڈویلپمنٹ اور آئی ایم ایف کے شعبہ بین الاقوامی مالیاتی شماریات کے مطابق انڈونیشیا 1990 کی دہائی کے وسط تک ایشیا بھر کے ملکوں سے کئی گنا زیادہ غیر ملکی قرضے لے چکا تھا جو مجموعی ملکی پیداوار کے قریباً ساٹھ فیصد تھے۔ جان پرکنز کے بقول ''ہم نے اس ملک کو قرضوں تلے اتنا دبا دیا تھا کہ وہ انہیں واپس لوٹانے کے قابل ہی نہیں رہ گیا تھا۔ انڈونیشیا کے عوام مجبور ہو چکے تھے کہ وہ خود کو چھڑوانے کے لیے ہماری کارپوریشنوں کی جملہ خواہشات کے سامنے جھک جائیں۔'' اب انڈونیشیا ورلڈ بینک، آئی ایم ایف اور ملٹی نیشنل کارپوریشنوں کے رحم وکرم پر تھا۔ عالمی مالیاتی اداروں کی ترقیاتی پالیسیوں اور قرضوں کے ذریعے انڈونیشیا کی مشکیں اچھے طرح کسنے کے بعد ملٹی نیشنل کارپوریشنوں نے اس خطے کا رخ کر لیا۔ نج کاری اور غیر ملکی کمپنیوں کے لیے ٹیکس ریلیف کی حوصلہ افزائی کرنے والے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف نے ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کو صلاح دی کہ وہ یہاں اپنے کارخانے لگائیں یا پھر اپنی مصنوعات تیار کرانے کے لیے ایسے کارخانوں سے کاروباری معاہدے کریں جہاں مزدور کو بے حد کم اجرت دی جاتی ہو۔ چنانچہ ''روزگار کی فراہمی'' کے نام پر ملٹی نیشنل کارپوریشنوں نے انڈونیشیا میں اپنے پنجے گاڑے جہاں ان کی مصنوعات تیار کرنے والے کارخانوں میں مزدور کی اجرت بے حد قلیل اور اوقاتِ کار طویل تھے۔ انہیں شدید محنت کرنے کے عوض بمشکل دو وقت کی روٹی نصیب ہوتی تھی۔ جان پرکنز نے ان کارخانوں کو بیگار کیمپ کا نام دیا ہے۔ ان بیگار کیمپوں میں کام کرنے والوں کو اتنی کم اجرت دی جاتی جو اُن کی بنیادی ضروریات کے لیے بھی ناکافی ہوتی تھی۔ جان پرکنز کے مطابق 2000ء میں جکارتہ کے قریب تانگرنگ کے علاقے میں قائم ''Nike'' کمپنی کی ایک فیکٹری میں ورکرز کو 1.25 ڈالر یومیہ اجرت دی جاتی تھی۔ سوا ڈالر یومیہ سے وہ دو وقت کے لیے صرف چاول اور سبزی پکا

سکتے تھے اور کچھ کیلئے خرید لیتے تھے۔ اگر صابن اور ٹوتھ پیسٹ کی ضرورت پڑتی تو اُن کی قیمت چاول سبزی کے خرچے میں سے نکالنی پڑتی۔ اس یومیہ اجرت میں سے اتنے پیسے بھی نہیں بچتے تھے کہ نئے کپڑے، جوتے، ریڈیو اور ٹی وی خریدنے جیسی ''عیاشی'' کی جا سکے۔ جان پرکنز نے اس صورتحال کو موجودہ دور میں غلامی کی نئی صورت قرار دیا ہے۔ جان پرکنز کا کہنا ہے کہ انڈونیشیا میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کا ایک بڑا ہدف وہ علاقے تھے جہاں تیل و گیس کے بڑے بڑے ذخائر پائے جاتے تھے۔ معدنیات تلاش کرنیوالی کمپنیاں وہاں سستی لیبر کا فائدہ اٹھا کر کام شروع کر دیتیں۔ اگر ان کے خلاف مقامی سطح پر کوئی احتجاجی آواز بلند ہوتی تو انڈنیشیا کی آرمڈ فورسز اسے کچل دیتیں۔ اس ''خدمت'' کے عوض ملٹی نیشنل کمپنیوں کی طرف سے سوہارتو حکومت کو فنڈز مہیا کیے جاتے تھے۔ یہ کمپنیاں ایک طرف انڈونیشین عوام کا خون چُوس رہی تھیں اور دوسری جانب انڈونیشیا میں ماحولیاتی دہشت گردی کی بھی مرتکب ہو رہی تھیں۔ ان کے کارخانوں، کانوں اور نام نہاد ترقیاتی صنعتی منصوبوں نے وسیع رقبے پر پھیلے ہوئے گھنے جنگلات کو شدید نقصان پہنچایا۔ فیکٹریوں سے خارج ہونے والے زہریلے فاضل مادوں نے آبی ذخائر کو زہر آلود کر دیا۔ شہروں میں آلودگی کے باعث آب و ہوا مسموم ہوگئی۔ اس نام نہاد اقتصادی ترقی کے طفیل ملٹی نیشنل کمپنیوں اور مقامی دولت مند مقتدر طبقے نے تو اپنی جیبیں خوب بھریں، لیکن عام آدمی کی مہنگائی نے کمر توڑ کر رکھ دی۔ جان پرکنز کے بقول ''عالمی مالیاتی اداروں کے اس ''اقتصادی معجزے'' نے انڈونیشیا کی مقامی ثقافتوں کو ملیا میٹ کر دیا۔ اصل قدیم باشندوں کی زمینیں چھین لیں، ان کی زندگیاں اور روایات تباہ کر دیں۔''

1990 کی دہائی میں جب انڈونیشیا کو اقتصادی بحران نے اپنی لپیٹ میں لیا تو آئی ایم ایف نے سوہارتو حکومت کو اپنے Structural Adjustment Package کی پیش کش کر دی۔ یہ خصوصی پیکج قبول کرنے پر سوہارتو حکومت کو آئی ایم ایف کی طرف سے یہ ''مشورہ'' دیا گیا کہ وہ ایندھن اور خوراک پر عوام کو دی جانے والی سب سڈیز فوری طور پر بند کر دے۔ علاوہ ازیں اخراجات میں کمی لانے کے لیے (اپنی عیاشیوں اور شاہ خرچیوں کو کنٹرول کرنے کے بجائے) دیگر پبلک سروسز بھی روک دے۔ بے رحمانہ عدم توازن کی اس پالیسی نے مٹھی بھر مقتدر طبقے کو تو خوب فائدہ پہنچایا لیکن غریب عوام آٹے اور روٹی تک کے لیے ترسنے لگے۔ اس صورتحال نے کھاتے پیتے لوگوں کو بھی پریشان کر دیا۔ چنانچہ مہنگائی کا یہ طوفان عوام کو سڑکوں پر لے آیا۔ اُن دنوں بل کلنٹن وائٹ ہاوس میں براجمان تھے۔ ہوا کا رخ بدلتے دیکھ کر امریکی حکومت نے بھی سوہارتو کی طرف سے آنکھیں پھیر لیں۔ انڈونیشین حکومت زیادہ دن عوامی دباو کا سامنا نہ کر سکی اور سوہارتو کو مئی 1998 میں اقتدار سے الگ ہونا پڑا۔

جان پرکنز کا مزید کہنا ہے کہ ملٹی نیشنل کمپنیاں کسی شخص کو ''قانونی رشوت'' دینے کے لیے چار طریقے اختیار کرتی ہیں۔ پہلا یہ کہ مذکورہ کمپنی اس شخص یا اس کے دوستوں عزیزوں کی ملکیتی کمپنیوں سے بلڈوزر، کرین، ٹرک یا دیگر بھاری مشینری لیز پر لینے اور اس کے عوض غیر معمولی معاوضہ دینے کی پیش کش کرتی ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ اپنی کمپنی جیسی کمپنیوں ہی سے پراجیکٹ کے کسی حصے کے لیے مصنوعی طور پر بڑھی ہوئی قیمت پر ذیلی معاہدہ کر لے۔ تیسرا یہ کہ وہ اسی انداز میں فوڈ، ہاوسنگ، ایندھن، ٹرانسپورٹ اور دیگر اشیا کا ٹھیکہ لے لے۔ چوتھا اور آخری حربہ یہ ہے کہ ملٹی نیشنل کمپنیاں اپنے ''بزنس'' کے لیے جس ملک کو منتخب کرتی ہیں، وہاں کی با اثر شخصیات کے بیٹے بیٹیوں کو معروف امریکی تعلیمی اداروں میں داخلہ دلوانے، ان کے تعلیمی اخراجات اپنے ذمے لینے اور جب تک وہ امریکہ میں قیام پذیر رہیں، انہیں ''زیرِ تربیت'' ہونے

کے وظائف ادا کرنے کی پیش کش کرتی ہیں۔ جان پرکنز کے الفاظ میں ''انڈونیشیا کی کہانی ایسی کہانی ہے جو بار بار دوہرائی جارہی ہے۔ یہ امریکن ایمپائر کی خفیہ تاریخ ہے''۔

یہی کہانی اِس وقت پاکستان میں بھی دوہرائی جارہی ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ اِس بار امریکہ نے پاکستان کو چاروں شانے چت کرنے کے لیےآئی ایم ایف کو میدان میں اتار رکھا ہے۔جنرل الیکشن 2018 کے بعد جس ''تبدیلی سرکار'' کو پاکستانی قوم پر مسلط کیا گیا،اس نے اقتدار سنبھالتے ہی جس طرح وزارتِ خزانہ اور سٹیٹ بینک کوآئی ایم ایف کے کارندوں کے حوالے کیا،اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ اس سرکار کو لانے میں داخلی مقتدر قوتوں کی نسبت خارجی استعماری قوتوں نے زیادہ اہم کردار ادا کیا تھا،جبھی تو تبدیلی سرکار کا ہر قدم بزبانِ حال یہ کہتا ہے کہ انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات اُن کی۔ملک آئی ایم ایف کو ٹھیکے پر دینے کے لیے جو طریقہ واردات اختیار کیا گیا وہ بھی انڈونیشیا کی کہانی سے خاصی مماثلت رکھتا ہے۔پہلے کرپشن کے خلاف جنگ کا نعرہ لگایا گیا۔سابقہ حکومتوں کی لُوٹ مار کے قصے بیان کیے گئے۔پھر انہی سابقہ ''لٹیرے'' حکمرانوں کے سنگی ساتھی،وزیر مشیر،ترجمان اور قصیدہ گو اپنے دائیں بائیں بٹھا کر قوم کو اقتصادی ترقی کے خواب دکھانے شروع کر دیئے جن کی تعبیر اب بجلی کی قیمتوں میں روز افزوں اضافے،آٹے کے بحران،ٹیکسوں کی بھرمار،کمر توڑ مہنگائی،بے روزگاری اور ریکارڈ توڑ کرپشن کی صورت میں سامنے آرہی ہے۔تانا شاہ سرکار کے نورتن اپنی تجوریاں بھرنے میں مصروف ہیں کہ پھر یہ موقع ملے کہ نہ ملے۔یہ سب آئی ایم ایف کے سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پیکج کا ثمر ہے جس کے بارے میں ایک برس پہلے 10 فروری 2019 کو وزیراعظم عمران خان نے دبئی میں آئی ایم ایف کی سربراہ کرسٹین لاگاردے سے ملاقات کے بعد قوم کو یہ مژدہ سنایا تھا کہ ان کے اور کرسٹین لاگاردے کے درمیان ''ڈھانچہ جاتی اصلاحات'' کے حوالے سے خیالات میں ہم آہنگی پائی گئی ہے۔ان اصلاحات کے نتیجے میں ملک پائیدار ترقی کی ڈگر پر چل پڑے گا اور ان کے ذریعے معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کا تحفظ کیا جائے گا۔لیکن اگر گزشتہ ایک برس کے دوران صرف بنیادی اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں ہی ہوش ربا اضافے کی رفتار دیکھی جائے تو صاف عیاں ہوتا ہے کہ اقتصادی ترقی،اصلاحات،نجکاری اور کرپشن کے خلاف جنگ کے نام پر پاکستان کو عالمی مالیاتی اداروں کا غلام بنانے کے منصوبے پر کام جاری ہے،اور یہ سوچ کر ہی جھرجھری آجاتی ہے کہ خاکم بدہن اگر یہ منصوبہ کامیاب ہوگیا تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا......ملک میں خانہ جنگی یا ایٹمی ہتھیاروں سے دستبرداری؟

نظر بدلی ہوئی ہے آسماں کی　　خدا سے خیر مانگو آشیاں کی

Saleem&Company
Bahar Chowk, Masoom Shah Road, Multan.
SINCE 1968
Manufacture of Quality Furniture, Government Contractors, Electronics & General Order Suppliers
سلیم اینڈ کمپنی
فون نمبر: 061-4552446
Email:saleemco1@gmail,com
بہار چوک معصوم شاہ روڈ ملتان

حمد

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم مرحوم

کیوں کر نہ زباں پر ہو تحمید و ثنا تیری
دل محوِ نوا تیرا، جاں مدح سرا تیری

آوازِ انا الحق سے غافل ہوں تو کیوں کر ہوں
ہر ایک سرِ مو سے آتی ہے صدا تیری

پھولوں کی مہک میں تُو انجم کی جھلک میں تو
وہ رنگِ وفا تیرا یہ شان ادا تیری

کہسار و بیاباں میں گلشن میں خیاباں میں
خوشبو لیے پھرتی ہے ہر صبح صبا تیر

ظالم کی جفاؤں میں مظلوم کی آہوں میں
انداز جفا تیرا تصویر غنا تیری

یہ پردے میں چھپنے کے انداز نرالے ہیں
ہر ذرے کے دامن میں رقصاں ہے ضیا تیری

ہم سے بھی گنہگاروں کو تیرا سہارا ہے
چھوڑے تو کرم تیرا پکڑے تو رضا تیری

شانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

فیاض عادلؔ فاروقی

نازشِ عالمِ کن فکاں آ گیا
فخرِ کونین و سعدِ زماں آ گیا

رشکِ مِہر و مہ و کہکشاں آ گیا
وجہِ تخلیقِ کون و مکاں آ گیا

نازِ حور و ملک انس و جاں آ گیا
زینتِ عرشیاں فرشیاں آ گیا

مہ جبیں، نازنیں، جانِ جاں آ گیا
بہترین و حسینِ جہاں آ گیا

دلنشیں، دلبرِ دلبراں آ گیا
سید و سرورِ عاشقاں آ گیا

کرنے رخصت چمن سے خزاں آ گیا
ساتھ لے کے بہارِ جناں آ گیا

سِرِّ توحید کا نکتہ داں آ گیا
فاش کرنے یہ سِرِّ نہاں آ گیا

بن کے رحمت کی روحِ رواں آ گیا
ابرِ رحمت برائے جہاں آ گیا

امن و انصاف کا پشتیباں آ گیا
الفت و رحم کا نغمہ خواں آ گیا

فرش پر زیبِ کرّوبیاں آ گیا
یا زمیں پر کہوں آسماں آ گیا

مستی و بے خودی میں زمیں آ گئی
وجد میں، کیف میں آسماں آ گیا

عالمِ خلد سے عادلِؔ بے قرار
دیکھنے کو مدینہ یہاں آ گیا

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

ماہر القادری

ابوبکرِ صدّیقؓ جانِ صداقت
وہ پرنور صورت، وہ پاکیزہ سیرت
وہ خود ذات سے اپنی خیر و سعادت
اور اس پر رسول خدا کی رفاقت
وہ نیکی کی عادت، وہ خلق و مروّت
وہ سادہ طبیعت وہ سنجیدہ فطرت
جبیں اتنی روشن کہ قرآں کی آیت
برستی گھٹائیں کہ دستِ سخاوت
وہ قرآن پڑھتے ہوئے اشک باری
وہ راتوں کی تنہائیوں میں عبادت
مشیر ان کے فاروقؓ وعثمانؓ و حیدرؓ
وہ بارِ امامت، وہ دورِ خلافت
وہ ایماں سراپا، یقینِ مجسم
نبیؐ کی رسالت کی پہلی شہادت
خدا ان سے راضی، وہ راضی خدا سے
نبیؐ نے بھی جنت کی دی تھی بشارت
سیاست مگر عینِ منشائے یزداں
دماغوں پہ قبضہ، دلوں پہ حکومت

طالوتِ گرامی

مولانا منظور احمد آفاقی

اک دیدۂ بیدار تھے طالوت گرامی
گنجینۂ اسرار تھے طالوت گرامی

گفتار کے غازی تو بہت گزرے جہاں میں
اک غازئ کردار تھے طالوت گرامی

رازی و غزالی و سیوطی و زبیدی
فردوسی و عطار تھے طالوت گرامی

شبلی و سلیمان و ظفر خان کا پرتو
اقبال کے افکار تھے طالوت گرامی

شاعر تھے، صحافی تھے، محقق تھے غضب کے
پائے کے قلم کار تھے طالوت گرامی

تحریر تھی غارت گرِ الحاد و تجدد
اللہ کی تلوار تھے طالوت گرامی

ہوتا تھا کلام ان کا ''زمیندار'' کی زینت
مشکورِ ''زمیندار'' تھے طالوت گرامی

اسلام کے افکار و معارف کے وہ محرم
اک علم کا کہسار تھے طالوت گرامی

عالم تھے، معلم تھے، سیاست سے شغف تھا
احرار کی للکار تھے طالوت گرامی

اک فرد تھے ظاہر میں فقط آپ، وگرنہ
اک لشکر جرار تھے طالوت گرامی

پھیرا رخ رہوار سخن ربوہ کی جانب
اک ضیغم کرار تھے طالوت گرامی

انگریز کے خود کاشتہ پودوں کی صفوں سے
کیا بر سر پیکار تھے طالوت گرامی

اسلام پہ آنچ آئی، اٹھے آپ تڑپ کر
باغیرت وخود دار تھے طالوت گرامی

ملت کے بہی خواہ، وہ اخلاص سراپا
ہم درد تھے، غم خوار تھے طالوت گرامی

ہر مکتبۂ فکر سے رکھتے تھے مراسم
حد درجہ روادار تھے طالوت گرامی

مابین حسین احمد واقبال سخن ور
اک صلح کا کردار تھے طالوت گرامی

رکھتے تھے وہ احباب سے برتاؤ مثالی
خوش خلق، خوش اطوار تھے طالوت گرامی

وہ آنکھ کہ تھی سرمۂ افرنگ سے روشن
اس آنکھ کو درکار تھے طالوت گرامی

تعلیم کے میداں میں جوانوں کو اتارا
اقوام کے معمار تھے طالوت گرامی

پھیلایا جہالت کے اندھیروں میں اجالا
اک منبع انوار تھے طالوت گرامی

گنتی میں نہیں آپ کے غواص وگہر چیں
اک قلزمِ ذَخَّار تھے طالوت گرامی

ہر ناقص و کامل نے بھرا کیسہ و دامن
اک شاخ ثمر بار تھے طالوت گرامی

سیراب ہوئے قلب و نظر، فکر و بصیرت
اک ابر گہر بار تھے طالوت گرامی

افسوس کہ ''اپنوں'' نے کوئی فیض نہ پایا
گو گنج گراں بار تھے طالوت گرامی

مختار ظفر لکھتے ہیں آج ان کے سوانح
اب تک نہیں تحریر ہوئے جن کے سوانح

گلہائے عقیدت بحضور امیر شریعت رحمہ اللہ

قاری محمد اکرام (خطیب جامع مسجد الازہر، سیالکوٹ)

رہے لاکھوں برس ساقی تیرا آباد میخانہ
کہ بخشا تونے رِندوں کو جنونِ ہوش مندانہ

شہِ احرار یہ تیرے خُمستاں کی کرامت ہے
کہ دیکھا مجنوؤں نے روئے لیلیٰ بے حجابانہ

امیرِ کارواں بے فکر ہو جا کہ قیامت تک
طبیعت تیرے میخواروں کی بھی ہے بے نیازانہ

تیری صورت تیری عادت تیری ہیئت تیری دانش
کریمانہ شفیقانہ فقیرانہ فقیہانہ

تیری محفل میں پائی ہے وہ دولت جو نہیں ملتی
پڑھے بیشک عمر بھر ہی کوئی سارا کتب خانہ

☆......☆......☆

چوتھا سالانہ سہ روزہ تربیتی اجتماع برائے ذمہ داران

مجلس احرار اسلام حلقہ جنوبی پنجاب پاکستان

6 تا 8 مارچ 2020ء بروز جمعہ تا اتوار، مرکز احرار دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

تمام ذمہ داران کو مرکز کی طرف سے جلد ہی دعوت نامہ موصول ہو جائے گا۔ جن حضرات تک کسی بھی وجہ سے اگر نہ پہنچ سکے تو وہ اس اشتہار کو ہی دعوت نامہ تصور کریں اور اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر لازماً اس اجتماع میں شریک ہوں

نوٹ: تمام احباب 5 مارچ بروز جمعرات شام تک مرکز احرار ملتان پہنچ جائیں

شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت، مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان / برائے رابطہ، ڈاکٹر محمد آصف: 0300-9522878

جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کا
۱۹۷۴ء میں گمٹی بازار لاہور میں درسِ قرآن

عبدالکریم قمر

مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر قومی اسمبلی کی تین سو سیٹوں کے لیے پہلے عام انتخابات 7 دسمبر 1970 کو منعقد ہوئے۔ قومی اسمبلی کے ان انتخابات میں بہت سی سیاسی جماعتوں نے حصہ لیا پاکستان کے صوبہ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ نے پورے صوبہ سے ایک سیٹ کے سوا سب سیٹیں جیت لیں جن کی تعداد 150 سے زیادہ تھی۔ ایک سیٹ جس پر عوامی لیگ کے علاوہ دوسرا ممبر منتخب ہوا وہ راجہ تری دیورائے کی تھی جو چکمہ قبیلے کے سربراہ اور بدھ مت مذہب کے پیروکار تھے۔ پاکستان کے مغربی حصے جس کو مغربی پاکستان کہتے تھے اس کے چار صوبے پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان تھے۔

مغربی پاکستان کے ان چاروں صوبوں میں پیپلز پارٹی نے سب سے زیادہ سیٹیں حاصل کیں جن کی تعداد 81 تھی دیگر سیاسی جماعتوں میں سے پاکستان مسلم لیگ (قیوم خاں گروپ) نے 9، پاکستان مسلم لیگ (کونسل) نے 7، جمعیت علماء اسلام نے 7، جمعیت علماء پاکستان نے 7، نیشنل عوامی پارٹی (ولی خان) نے 6، جماعت اسلامی نے 4 اور پاکستان مسلم لیگ (کنونشن) نے 2 سیٹیں حاصل کیں۔ اس طرح پاکستان میں سیٹوں کے جیتنے کے اعتبار سے دو بڑی جماعتیں سامنے آئیں ایک عوامی لیگ جس کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن تھے جو 150 سے زائد سیٹیں جیت کر پہلے نمبر پر تھی۔ اور دوسری پیپلز پارٹی جس کے سربراہ ذوالفقار علی بھٹو تھے اور یہ 81 سیٹیں جیت کر دوسرے نمبر پر تھی۔ عوامی لیگ نے مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں میں صرف سنگل عدد کی چند نشستوں پر اپنے امیدوار کھڑے کیے تھے جو کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ جب کہ پیپلز پارٹی نے صوبہ مشرقی پاکستان پر کسی ایک نشست پر بھی اپنا امیدوار کھڑا نہ کیا۔ اس طرح وطن عزیز کے دونوں حصوں سے الیکشن جیتنے والی دونوں بڑی پارٹیوں کی ملک کے ایک ایک حصہ میں ہی اکثریت تھی اور دوسرے حصہ سے ایک بھی نشست نہ تھی۔ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد یحیٰی خان کے الیکشن کمیشن کے جاری کردہ انتخابی فریم ورک کی رو سے قومی اسمبلی کے اجلاس منعقد ہونے کے بعد 120 دنوں کے اندر دستور بنانا تھا۔ دونوں بڑی پارٹیوں نے اسمبلی سے باہر ہی شراکت اقتدار کے لیے بات چیت شروع کی جو ناکام ہوئی۔ اس دوران ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس بلائے جانے کی تاریخ کا اعلان کیا گیا لیکن 28 فروری 1971 کو مینار پاکستان لاہور کے سایہ تلے منعقد ہونے والے پیپلز پارٹی کے جلسہ عام میں ذوالفقار علی بھٹو نے اسمبلی کے اجلاس کا بائیکاٹ کرنے کا اعلان کر دیا اور یہ اعلان کیا کہ جو رکن اسمبلی اس اجلاس میں شرکت کے لیے جائے گا اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی۔ اس طرح دونوں بڑی جماعتوں نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہی نہ ہو سکا۔ پھر وطن عزیز کے ازلی دشمن بھارت نے بین الاقوامی سامراجی قوتوں

کے اشارہ اور تعاون سے ملک کو دولخت کر دیا۔ اور امت اسلام کو سقوط بغداد اور سقوط غرناطہ کے بعد تاریخ کی سب سے بڑی ہزیمت اٹھانا پڑی۔ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کے نام سے ایک نئے ملک کے طور پر وجود میں آ گیا اور مغربی پاکستان کو ہی پاکستان کا نام دے دیا گیا۔ یہاں دوسری اکثریتی پارٹی پیپلز پارٹی نے اقتدار سنبھالا۔

جنرل محمد یحییٰ خان نے ذوالفقار علی بھٹو کو اقتدار کے ساتھ ساتھ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا اختیار بھی منتقل کیا اور اس طرح دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک سول آدمی نے مارشل لاء ایڈمنسٹریڑ کے اختیارات سنبھالے۔ صوبوں میں گورنروں کو صوبائی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے اختیارات دیے گئے۔ پنجاب میں غلام مصطفیٰ کھر نے گورنر کا عہدہ سنبھالنے کے ساتھ صوبائی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے اختیارات بھی سنبھالے۔ پیپلز پارٹی نے صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ کی قومی اسمبلی کی 113 میں سے دو تہائی سے زیادہ سیٹیں جیتی تھیں۔ پاکستان مسلم لیگ (قیوم خان) جس نے عام انتخابات میں 9 سیٹیں حاصل کی تھیں۔ اس نے بھی پیپلز پارٹی کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا اس طرح پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیپلز پارٹی اور اس کے حامیوں کی تین چوتھائی اکثریت ہوگئی۔ اور متحدہ اپوزیشن جس میں جمعیت علماء اسلام، جمعیت علماء پاکستان، نیشنل عوامی پارٹی، مسلم لیگ (کونسل)، مسلم لیگ (کنونشن) اور جماعت اسلامی شامل تھی کے کل ممبران کی تعداد صرف 35 کے قریب رہ گئی پھر مسلم لیگ (کونسل) کے صدر میاں ممتاز دولتانہ بھی اقتدار کو پیارے ہوگئے اور سفیر بن کر برطانیہ چلے گئے۔ ان کے ساتھی سردار شوکت حیات بھی پیپلز پارٹی میں شامل ہوگئے۔ پیپلز پارٹی کے اس دور اقتدار میں صوبہ پنجاب سے جماعت اسلامی کے منتخب ہونے والے اکلوتے ممبر قومی اسمبلی ڈاکٹر نذیر احمد جو ڈیرہ غازی خان سے تعلق رکھتے تھے کو ان کے کلینک کے باہر دن دیہاڑے قتل کر دیا گیا علاوہ ازیں پیپلز پارٹی کی پہلی سالگرہ پر احتجاجی جلوس نکالنے پر موجودہ مسلم لیگ (ن) کے مرکزی رہنما خواجہ سعد رفیق کے والد محترم اتحاد پارٹی کے صدر خواجہ محمد رفیق کو 20 دسمبر 1972 کو اس وقت دن دیہاڑے سرِ عام گولی مار کر قتل کر دیا گیا جب وہ لاہور اسمبلی ہال کے سامنے احتجاجی جلوس ختم ہونے کے بعد گھر جا رہے تھے۔ مولانا مفتی محمودؒ کی جمعیت علماء اسلام اور نیشنل عوامی پارٹی نے سیاسی اتحاد قائم کیا اور اس کے تحت صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان میں صوبائی حکومتیں قائم کیں۔ صوبہ سرحد میں نیشنل عوامی پارٹی کے گورنر ارباب سکندر خلیل مقرر ہوئے جبکہ وزارت اعلیٰ کا منصب جمعیت علماء اسلام کے مولانا مفتی محمودؒ نے سنبھالا۔ صوبہ بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی کے غوث بخش بزنجو گورنر اور عطاء اللہ مینگل وزیر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ جبکہ صوبائی اسمبلی کے سپیکر کا عہدہ جمعیت علماء اسلام کے مولانا شمس الدین شہید مرحوم کو ملا۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے ان دونوں صوبائی حکومتوں کو چلنے نہ دیا اور بالآخر 15 فروری 1973 کو بلوچستان کی مخلوط حکومت کو ختم کیا تو احتجاجاً صوبہ سرحد کی مخلوط حکومت نے بھی استعفیٰ دے دیا۔ اس پر پیپلز پارٹی کی حکومت نے ان دونوں صوبوں میں بھی اپنے نمائندے مقرر کر دیے۔ ان حالات میں اپوزیشن کی ساری جماعتوں نے 21 مشترکہ نکات کے حصول کے لیے مل کر متحدہ جمہوری محاذ کے نام سے اتحاد قائم کیا۔ اور پیپلز پارٹی کے خلاف بحالی جمہوریت کے لیے تحریک شروع کر دی جس کا مرکز لاہور تھا۔ بحالی جمہوریت کے ساتھ ساتھ بنگلہ دیش نامنظور کی تحریک بھی بڑے زور شور سے شروع تھی۔ اس میں طلباء تنظیمیں بھرپور شرکت کر رہی تھیں۔ جاوید ہاشمی اور پرویز

الطاف جو اس وقت طالب علم لیڈر تھے اس میں پیش پیش تھے۔حکومت نے ان دونوں تحریکوں کو سختی سے کچل دیا۔ جماعت اسلامی کے امیر میاں طفیل محمد اور مسلم لیگ کنونشن کے سربراہ ملک محمد قاسم کے علاوہ کئی ایک سرکردہ سیاسی رہنماؤں اور طالب علم لیڈروں کو گرفتار کرلیا گیا اور ان کے ساتھ انتہائی ہتک آمیز سلوک کیا گیا۔دسمبر 1973 تک حکومت کے خلاف شروع ہونے والی تمام تحریکیں دم توڑ چکی تھیں۔اور پیپلز پارٹی کے رعب داب کا سورج نصف النہار پر چمک رہا تھا ساری اپوزیشن جماعتیں حکومت کے آمرانہ اقدامات کے سامنے دبک گئی تھیں۔یہ سارا پس منظر بیان کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ پتا چل سکے کہ اس وقت پیپلز پارٹی کی حکومت کی مخالفت کتنے دل گردے کا کام تھا۔

ان حالات میں مجلس احرار اسلام نے لاہور میں جہاں سے پیپلز پارٹی نے قومی اور صوبائی اسمبلی کی ساری سیٹیں بھاری اکثریت سے جیت رکھی تھیں۔امام سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ امیر مجلس احرار اسلام کے گمٹی بازار میں شبینہ درس قرآن کا پروگرام رکھ دیا گیا۔ میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں 16 جنوری 1974 کو لاہور گیا 18 جنوری 1974 کو جمعۃ المبارک تھا نماز جمعہ ادا کرنے حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کی مسجد شیرانوالہ گیٹ حاضری ہوئی نماز جمعہ ادا کر کے فارغ ہوا تو دیکھا مسجد کے صحن میں دائیں جانب وضو کرنے والے تالاب کی طرف ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن شاہ صاحب مرحوم و مغفور بھی تشریف فرما تھے وہ کسی سفر سے واپس آئے تھے اور نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے وہاں تشریف لائے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ سے ملاقات ہوئی انھوں نے فرمایا اگر نماز سے فارغ ہو چکے ہو تو دفتر چلیں۔ چنانچہ وہاں سے پیدل مرکزی دفتر مجلس احرار اسلام بیرون دہلی دروازہ بالمقابل دربار حضرت شاہ محمد غوثؒ پہنچے۔عصر کے بعد جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ دفتر تشریف لے آئے۔انکی طبیعت بہت خراب تھی اور بخار میں مبتلا تھے اسی اثنا دفتر احرار میں کارکنوں کی آمد شروع ہوگئی۔سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ کو 102 درجے سے زائد پر بخار تھا۔مجلس احرار لاہور کے صدر جناب یعقوب بٹالوی صاحب بہت پریشان تھے کیونکہ درس قرآن کے پروگرام کے وہی منتظم و میزبان تھے۔ادھر پیپلز پارٹی والوں نے دھمکی دے رکھی تھی کہ یہ پروگرام نہیں ہونے دیں گے۔ادھر سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ کی طبیعت بھی خراب تھی لیکن حضرت شاہ جیؒ نے فرمایا کہ پروگرام ان شاء اللہ ضرور ہوگا۔ دوائیں استعمال ہو رہی تھیں تاکہ طبیعت بحال ہو جائے نماز عشاء کے بعد احرار کارکنوں کو پروگرام کی جگہ پہنچنے کی ہدایت کی گئی۔میرے سمیت سب تانگوں میں سوار ہو کر اس جگہ پہنچے جہاں بازار کے اندر لوگوں کے بیٹھنے کے لیے دریاں بچھائی گئی تھیں۔حضرت شاہ صاحبؒ کے درس قرآن کے لیے فرشی سٹیج بنایا گیا تھا وہاں لوگ بڑی تعداد میں موجود تھے لیکن دریوں پر بیٹھنے کی بجائے ارد گرد کھڑے تھے جیسے تماشائی ہوں۔سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ تشریف لائے تو چند لوگ دریوں پر بیٹھ گئے لیکن زیادہ تر ابھی تک ادھر ادھر ٹولیوں کی صورت میں کھڑے تھے۔سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ نے اپنی جگہ سنبھالی اور فرمایا کہ میں نے درس قرآن دینا ہے۔تلاوت قرآن مجید، اسکا ترجمہ اور تشریح ہوگی اس لیے تشریف رکھیں۔اس پر آپ نے تلاوت قرآن مجید شروع کی تو کچھ اور لوگ دریوں پر بیٹھ گئے لیکن اکثریت ابھی تک ارد گرد کھڑے ہونے والوں کی تھی۔تلاوت کلام پاک کے بعد ان آیات کا ترجمہ کیا اور پھر ان آیات کریمہ کا سیاق و سباق اور تشریح۔یوں بات سے بات چل نکلی اور سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ کا زور بیان

آہستہ آہستہ اپنے جوبن پر آنے لگا۔ لوگ آپ کی تقریر کے سحر میں جکڑے جانے لگے اور جو لوگ کہتے تھے کہ پروگرام نہیں ہونے دیا جائے گا وہ لوگوں کو بٹھانے اور سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ کی باتیں سننے کے لیے کہنے لگے اب آپؒ کی طبیعت بھی کھلنے لگی اور آپ نے وہ سب کچھ کہا جو کہنا چاہتے تھے تقریباً 2 گھنٹے آپ کا بیان جاری رہا اور اب حالت یہ تھی کہ سب لوگ دریوں پر بیٹھ چکے تھے۔ سارا مجمع ہمہ تن گوش آپ کی باتیں سن رہا تھا اور کسی کو بھی مخالفت کا یارا نہ تھا۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

پروگرام توقع سے بڑھ کر کامیاب رہا اس کے بعد جناب یعقوب بٹالوی صاحب، سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ کو قریب ہی واقع اپنے گھر لے گئے جہاں دال چاول اور کشمیری چائے سے ضیافت کا انتظام تھا۔ سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ پروگرام کی کامیابی سے بڑے خوش تھے اور آپ کی طبیعت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بحال ہو چکی تھی۔ سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ نے اس موقع پر نجی محفل میں 1939 کی متحدہ پنجاب اسمبلی میں مجلس احرار اسلام کے پارلیمانی لیڈر محترم چوہدری عبدالرحمٰن راہوں والے (موجودہ مسلم لیگ (ن) کے لیڈر احسن اقبال کے نانا) کے پنجاب اسمبلی کے خطابتی معرکوں کی روداد سنائی اور بتایا کہ کس طرح انھوں نے سرکاری بینچوں پر بیٹھے حضرات کے سامنے اپنی حق گوئی کا علم بلند کیے رکھا۔ درس قرآن کا یہ یادگار پروگرام آج بھی میرے ذہن کے دریچے میں یادوں کے چراغ روشن کر دیتا ہے۔

علامہ فیاض عادل فاروقی کے ہاتھ پر برطانیہ میں ایک مسیحی خاتون کا قبولِ اسلام

اتوار ۱۸ جنوری ۲۰۲۰ کو ایک تیس سالہ رومانین عیسائی خاتون علینہ اِیورداشے نے ادارۂ دعوتِ اسلامیہ سٹین مور۔ برطانیہ، کے مہتمم اور ممتاز شاعر و ادیب مولانا محمد فیاض عادل فاروقی کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ اِس سوال کے جواب میں کہ 'اگر حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے نہیں تھے تو حضرت عیسیٰؑ نے خدائے برحق کو باپ کہہ کر کیوں مخاطب کیا؟' مولانا عادل فاروقی نے سائلہ کو فرمایا کہ خدا کو باپ کہنے کا مطلب جسمانی یا حقیقی باپ نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ استعارہ اور تشبیہ کے پیرایہ میں خدا کی عزت اور اس سے قرب کے اظہار کا طریقہ تھا، جو نزولِ قرآن سے پہلے یہود و نصاریٰ کی مذہبی کتابوں میں استعمال ہوتا تھا۔ لیکن اس سے لغوی اور حقیقی باپ مراد نہیں ہوتا تھا۔ عیسیٰؑ نے کبھی الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا نہ ہی لوگوں کو اللہ کے علاوہ اپنی یا کسی اور کی عبادت کی تعلیم دی۔ عادل فاروقی صاحب نے چرچ میں پڑھی جانے والی ٹرینیٹیرین بائبل سوسائٹی کی شائع کردہ مصدقہ بائبل سے اولڈ ٹیسٹامنٹ (پرانا عہدنامہ) اور نیو ٹیسٹامنٹ (نیا عہدنامہ) کے کئی حوالے پیش کیے جن میں خدا کو آدمؑ، اسرائیلؑ، افراہیمؑ، داؤدؑ بلکہ تمام انسانوں کا باپ بھی کہا گیا ہے۔ اسی طرح نئے عہدنامے میں بھی مثلاً افسیوں کے نام خط میں باب ۱، مصرعہ ۲ میں سینٹ پال (پولُس) نے 'ہمارے باپ خدا' استعمال کیا ہے۔ اِس میں خدا کو تمام انسانوں کا باپ کہا گیا ہے۔ جب مسیحی لوگ اپنے پادری اور پوپ کو فادر (باپ) کہتے ہیں تو اس سے بھی جسمانی اور حقیقی باپ مراد نہیں ہوتا بلکہ صرف باپ کی طرح مہربان شخصیت مراد ہوتی ہے۔ چنانچہ بائبل کی رُو سے بھی عیسیٰ علیہ السلام خدا کے حقیقی بیٹے نہیں تھے۔

روداد فسادتِ فرخ نگر (جولائی ۱۹۴۴ء) قسط:۱

مرتب: ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم

مجلس احرارِ اسلام پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے آغازِ زندگی سے اب تک ہمیشہ اپنے اصول و مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر دینی و قومی فتنہ اور ملکی و سیاسی خطرہ کے وقت ملت کو بیدار کیا اور ہر آفت و مصیبت میں قوم کی حمایت و خدمت کے لیے میدانِ عمل میں سب سے پہلے قدم رکھا۔ چنانچہ بارہا اس اخلاص و ایثار کا یہ نتیجہ دیکھا گیا کہ جو لوگ سچائی کے ساتھ احرار سے اختلاف رکھتے تھے، وہ جماعت کے قول و عمل میں پوری مطابقت دیکھ کر اس کے متعلق اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہوئے اور ذہناً قریب تر ہو گئے۔ حتیٰ کہ کئی دفعہ کام کی شدت و اہمیت اور احرار کی ہمت و جرأت دیکھ کر جماعت کے ساتھ عملی تعاون تک کے لیے آمادہ ہو گئے اور یوں احساس و اعتراف کے بعد سب سے مشکل مرحلہ یعنی ''اعلان و امدادِ حق'' کی منزل سے بھی گزر جانے کی سعادت انھیں حاصل ہو گئی۔ لیکن یہ سعادت بزورِ بازو حاصل نہیں ہوتی بلکہ محض توفیقِ الٰہی سے ہی ہدایت کے دروازے کسی خوش بخت پر کھلا کرتے ہیں۔

جماعتی تاریخ کے مختلف مراحل میں چشم دید اور برسرگزشتہ حالات کی جو نقشہ کشی ہمارے قارئین قریباً ڈیڑھ سال سے مختلف جماعتی مطبوعات میں مسلسل ملاحظہ کر رہے ہیں۔ اُس سے مذکورۂ بالا حقیقت بالکل الم نشرح ہوتی چلی آ رہی ہے۔

زیرِ نظر رُوداد میں (۱۹۴۴ء) مضافاتِ دہلی کے مشہور قصبہ ''فرخ نگر'' کی ایک بیوہ نو مسلمہ لڑکی مسماۃ نور بی بی (سابقہ ''سُرتی'') کے اسلام قبول کرنے اور ایک مزدور پیشہ مسلمان ''نور محمد'' عرف ''منا'' کے ساتھ اس کے نکاح کا واقعہ مذکور ہے، جو قدرتی طور پر ہندوؤں کے لیے وجہِ نفرت و اشتعال بن گیا۔ انھوں نے اپنی بے شمار قسم کی معاشرتی، رفاہی، مذہبی اور سیاسی تنظیمات کے ذریعہ تار ہلایا۔ علاقہ بھر میں آگ لگ گئی۔ فرخ نگر کے مسلمان کثرت آبادی کے نشہ میں چُور اور قوت و وسائل پر مغرور، منظّم ہندوؤں کی سازش اور سوچ سمجھ کر ان کے برپا کیے ہوئے فسادات کا شکار ہو کر کئی بے گناہ شہید اور بہت سے مجروح ہو گئے، مسلمان کسی بھی طرح مظلوم و شکستہ ہوں، امریکہ برطانیہ سے لے کر روس اور چین تک، تمام کفار و مشرکین اور اعداءِ اسلام کے لیے بہرحال یہ چیز خوشی کا باعث اور وجہِ سکون ہوتی ہے۔ ہندوستان کی انگریزی حکومت دوسری جنگِ عظیم کے حسبِ مطلب خاتمہ کے بعد ان دنوں تحریکِ آزادی کی شدت و وسعت اور قوت کا جائزہ لے رہی تھی اور قریباً پونے دو سال بعد دو قومی نظریہ کے مطابق اپنی نگرانی میں ملک گیر فیصلہ کن اور آخری انتخابات منعقد کرا کے انتقال اختیارات کی منصوبہ بندی میں مصروف تھی۔ جس میں مسلمانوں کے ساتھ ازلی و ابدی دشمنی کی قدر مشترک کی بنا پر ملک کی دوگونہ ہندو اکثریت کو نظر انداز کرنا کسی طرح بھی ممکن نہ تھا۔ چنانچہ ابتدائی رپورٹ بازی ہوئی، مزید تحقیق کے بعد سازشی اور مفسد ہندو سرغنوں کے خلاف مبنی بر انصاف باضابطہ قانونی کارروائی کا جھانسا دے کر اشتعال دبا دیا گیا اور مظلوم کی چیخ و پکار ظالم کی قوت

وسرکشی کے شور وغوغا میں اڑا دی گئی۔ نومسلمہ کو ہندو اغوا کر کے لے گئے۔ اس کا پھر پتا نہ چل سکا اور اس کا غریب، کمزور اور مظلوم مسلمان خاوند مجرم اور حاکم کے غصب و جبر کو، صبر وشکر کے عنوان سے برداشت کر کے زندہ درگور ہو گیا۔ مسلم لیگ واحد نمائندگی کی مدعی جماعت تھی لیکن مصدقہ اور دستاویزی تفصیلات گواہ ہیں کہ اس کے کارپرداز محض ووٹوں کی خاطر صرف لیڈری چلاتے رہے کہ پاکستان کے حاکم تو بن گئے لیکن شہید گنج کی طرح ''فرخ نگر'' کے گنج شہیداں میں انصاف وداد رسی کی منتظر روحوں کی تسکین کا کوئی سامان نہ کر سکے۔ جماعتی لحاظ سے بے تعلق ہونے کے باوجود محترم ماسٹر صاحب نے قانونی اقدامات کی صحیح بنیاد بنانے کی خاطر اس واقعہ کی مفصل اور جامع رُوداد مرتب کر کے اس وقت کے ناظمِ اعلیٰ مولانا مظہر علی اظہر کے نام ارسال کی تھی۔ اداءِ فرض کی اس داستان کا خلاصہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں۔ والسلام

راقم: (جانشین امیر شریعت حضرت مولانا) فقیر سید ابومعاویہ ابوذر بخاری (رحمۃ اللہ علیہ)

خادم و ناظمِ اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان، نزیل دفتر مرکزیہ لاہور

دوپہر سہ شنبہ۔ ۲۷/۱/۸۹ھ/ ۱۵/۴/۶۹ء

☆......☆......☆

پیش لفظ

مجلس احرار اسلام اور مسلم لیگ کے انداز فکر میں بنیادی فرق باعث نزاع تھا، احرار کے نزدیک برطانوی سامراج مسلمانانِ عالم کے لیے تمام مصیبتوں کا باعث تھا۔ اس لیے احرار کی جدوجہد آزادی کا مرکزی نقطہ برطانوی سامراج کی مخالفت تھی۔ اس کے برعکس مسلم لیگ ہندو قوم کو متعصب، تنگ نظر اور مسلمانوں کا دشمن سمجھتی تھی۔ اس لیے ہندو کی تنگ نظری اور تعصب مسلم لیگ کے لیے پیش پا افتادہ مسئلہ بن گیا۔ انداز فکر کے اس بنیادی فرق کی وجہ سے دونوں جماعتوں کی راہیں بھی مختلف ہوگئیں۔ رائے کے اختلاف نے جب مخالفت کی صورت اختیار کر لی تو دونوں جماعتوں کے کارکن اور رہنما ایک دوسرے کو بیگانہ وار دیکھنے لگے، اس طرح دو مسلمان جماعتوں میں حد فاصل قائم ہوگئی۔ اس کٹا چھنی کے باوجود مسلم لیگ اور احرار کے بعض سنجیدہ مزاج اور مخلص ذمہ دار کارکن اہم قومی ضرورت کے وقت آپس میں مبادلۂ خیال کر لینے اور باہمی تعاون میں عار محسوس نہ کرتے تھے۔ مثال کے طور پر مجھے خود ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ ہوا یہ کہ کچھ عرصے کے لیے مجلس احرار کی تنظیم کے سلسلے میں دہلی میرا ہیڈ کوارٹر بن گیا، مجھے دہلی میں کافی عرصہ ٹھہرنا پڑا۔ مجلس احرار کا دفتر جامع مسجد کی پشت کی جانب روزنامہ ''پیام'' کا دفتر تھا۔ سید عبدالحمید شملوی مسلم لیگ کے مخلص رہنما اور روزنامہ ''پیام'' کے مالک اور مدیر اعلیٰ تھے۔ میرا ان کا تعارف ہوا تو ہم بہت جلد ایک دوسرے کے بے تکلف دوست بن گئے۔ ہماری ان کی خوب گاڑھی چھننے لگی۔ سیاسیات پر بے تکلفی سے مذاکرہ ہوتا۔ دل صاف اور نیت نیک ہو تو بحث مباحثہ میں نزاع اور زیادہ تلخی پیدا نہیں ہوتی۔

ایک دردناک حادثہ:

سید عبدالحمید صاحب شملوی دفتر احرار میں اکثر تشریف لے آتے تھے، مجھے بھی جب فرصت ملتی، دفتر ''پیام'' میں حاضری دیا کرتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ مجھے چند ماہ کے لیے قحط بنگال کے سلسلہ میں احرار رضا کاروں کے ہمراہ بنگال کے دورے پر

جانا پڑا، واپس آیا تو پنجاب کا دورہ کرنا پڑا۔ سید بدرالدجیٰ جو کلکتہ کے میئر (Mayor) اور مجلس احرار بنگال کے ذمہ دار رہنما تھے، میرے ہمراہ (وسطی و شمالی ہند کا) دورہ کر رہے تھے مختلف شہروں میں جلسے ہوئے۔ بدرالدجیٰ صاحب نے بڑی کامیاب تقریریں کیں۔ مجھے انھی دنوں اس طویل سفر کی وجہ سے بخار آنے لگا۔ بدرالدجیٰ صاحب واپس کلکتہ جانا چاہتے تھے۔ اخلاق کا تقاضا تھا کہ میں انھیں الوداع کہوں، چنانچہ طے یہ ہوا کہ میں دہلی تک ان کے ہمراہ چلوں، اسی حالت میں اس کے ساتھ ہولیا۔ دہلی پہنچا تو بخار کی وجہ سے میری حالت غیر تھی۔ بدرُالدجیٰ صاحب بھی دو روز دہلی میں ٹھہرے رہے۔ میری طبیعت سنبھلی تو وہ کلکتہ کے لیے روانہ ہوگئے۔ بخار سے چھٹکارا ہوجانے کے باوجود میں کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ سید عبدالحمید صاحب کو میری آمد کی خبر ہوئی تو وہ علی الصبح دفتر احرار میں تشریف لے آئے۔ علیک سلیک ہوئی۔ خیر خیریت دریافت کرنے پر وہ فرمانے لگے کہ میں تو آپ کے انتظار ہی میں تھا۔ یہاں ایک قریبی قصبے میں بڑا دردناک سانحہ پیش آیا۔ فرخ نگر کے مسلمانوں پر قیامت گزر گئی ہے اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی۔ منظّم سازش کے تحت وہاں کے ہندوؤں اور بیرونی ہندو غنڈوں نے روز روشن میں نہتے مسلمانوں کو ذبح کرڈالا۔ سید صاحب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بڑی رقت سے فرمانے لگے۔ غضب تو یہ ہے کہ باہر سے کوئی مسلمان جماعت وہاں فاتحہ خوانی تک کے لیے نہیں گئی۔ اب سنا ہے کہ گاؤں پر دہشت طاری ہے۔ پولیس کا پہرہ بیٹھ گیا ہے۔ ایک کافر مجسٹریٹ نے وہاں دربار جما رکھا ہے، بچے کھچے مسلمان گھروں میں دبکے بیٹھے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ سید صاحب آپ نے مسلم لیگ کے بڑے رہنماؤں سے رابطہ پیدا کیا ہوتا، موقع پر کارکن بھیج دیے ہوتے۔ سید صاحب نے بڑے دردانگیز لہجے میں مجھ سے فرمایا: ''ارے بھی چھوڑو، مسلم لیگ اور احرار کے قصے، بیمار ہو کر کمزور ہوگئے ہو تو کیا ہوا۔ فرخ نگر کے لیے ضرور کچھ کیجیے، اپنے رفقاء کو بلایئے اور ہو سکے تو خود بھی ہمت کیجیے۔ آپ تو بڑے جفاکش مشہور ہیں، غرضیکہ سید عبدالحمید صاحب کے خلوص نے ہمیں فوراً موقع پر پہنچنے کے لیے آمادہ کرلیا۔ اس طرح مجھے سید عبدالحمید صاحب شملوی ایڈیٹر روزنامہ ''پیام'' اور دیگر احرار کارکنوں کے ہمراہ فرخ نگر کے مقتل کا دورہ کرنا پڑا۔ دورے سے واپسی پر دہلی کے دفتر احرار میں بیٹھ کر میں نے اس دردناک واقعے کی مفصل رپورٹ مولانا مظہر علی صاحب اظہر جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام ہند کی خدمت میں روانہ کی۔ مدت گزر گئی، واقعہ حافظہ سے اُتر بھی گیا تھا کہ اچانک گزشتہ ماہ ایک روز سید عبدالحمید صاحب شملوی نے ٹیلی فون پر علیک سلیک کی۔ پرانی یادیں پھر تازہ ہوگئیں۔ دہلی کے شب و روز اور وہاں کی مغلیہ دور والی پرانی تہذیب کے تصور نے تڑپا دیا۔

سید صاحب چونکہ بہت مخلص مسلم لیگی تھے۔ اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ ان دنوں وہ بے چارے پاکستان کے کسی کونے کھدرے میں زندگی کے دن گزار رہے ہوں گے۔ ورنہ یہاں تو زیادہ تر ان ''چمچوں'' کی بن آئی ہے جو چڑھتے سورج کی پرستش میں عافیت سمجھتے ہیں۔ ارادہ یہ تھا کہ سید صاحب سے دوبارہ ملاقات ہوتی تو ان کی مدد سے فرخ نگر کی روئیداد قلم بند کرتا۔ افسوس کہ ان سے دوبارہ ملاقات نہ ہوسکی مگر قدرت کے قربان جایئے۔ اسی ہفتے عزیزی حافظ عطاء المنعم صاحب (جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ) لاہور تشریف لائے اور آتے ہی مجھے فرمانے لگے۔ ماسٹر صاحب آپ کو ایک تحفہ، ایک پرانی نادر یادگار، ایک نایاب چیز پیش کروں۔ میں نے سمجھا عمدہ قسم کی چائے لائے ہوں گے مگر میری حیرانی کی انتہا نہ رہی جب حافظ صاحب نے پرانے خستہ اوراق پر سرخ روشنائی سے لکھی ہوئی فرخ نگر کی مکمل اور مفصل رپورٹ میرے سامنے احتیاط سے

کھول کر رکھ دی۔ مارشل لا کے نفاذ کے بعد ایک روز حافظ عطاء المنعم صاحب لاہور تشریف لائے۔ دفتر مرکزیہ میں پرانی فائلوں کا مطالعہ کر رہے تھے کہ انھیں اچانک میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی فرخ نگر کی رپورٹ مل گئی۔ حافظ صاحب موصوف یہ رپورٹ اپنے ہمراہ ملتان لے گئے اور اپنے ضروری کاغذات میں رکھ کر بھول گئے، پچھلے دنوں جب موصوف ان کاغذات کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے تو انھیں وہ لفافہ مل گیا، جس میں یہ رپورٹ احتیاط سے رکھی ہوئی تھی۔ حافظ صاحب اس رپورٹ کو اب شائع کرنے پر مصر ہیں۔ انھی کے اصرار پر میں نے چند سطریں پیش لفظ یا تعارف کے طور پر لکھ دی ہیں۔

تاج الدین

رپورٹ
تحقیقاتی وفد برائے فسادات فرخ نگر ضلع گوڑگاؤں
مقررہ
من جانب مسلمانان دہلی، زیرِ اہتمام مجلس احرار اسلام صوبہ دہلی

۱۔ قائد وفد ماسٹر تاج الدین، پراپیگنڈہ سیکرٹری مجلس احرار اسلام ہند

۲۔ سالار عبدالستار صاحب، دہلی ۳۔ عبدالجبار صاحب نائب سالار اعظم، صوبہ دہلی

۴۔ حافظ عبدالوحید صاحب سالار، دہلی ۵۔ حافظ محمد حنیف صاحب سالار، دہلی

۶۔ جناب سید عبدالحمید صاحب شملوی، ایڈیٹر روزنامہ ''پیام''

۷۔ بابو بشیر احمد صاحب، پارچہ فروش چوک جامع مسجد رکن مجلس احرار اسلام، صوبہ دہلی

۸۔ عبدالرشید رضا کار، دہلی ۹۔ محمد احمد رضا کار، دہلی

یہ رپورٹ کسی شاعرانہ مبالغہ آمیزی یا کسی ذاتی جذبۂ انتقام کے تحت نہیں لکھی گئی بلکہ اس میں وہ حقائق درج ہیں جن کا فرخ نگر کے فساد سے تعلق ہے اور جو موقع پر پہنچ کر عینی شاہدوں، معززین قصبہ اور مقامی باشندوں خصوصاً بیوپاریان قصبہ کے بیانات سے اخذ کیے گئے ہیں۔ وفد نے اپنی رپورٹ مرتب کرنے میں اور غلط بیانیوں سے بچنے کے لیے جو بسا اوقات ایسے مواقع پر کی جاتی ہیں اور حالات کو رنگ آمیزیوں سے پیش کرنے سے محفوظ رہنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ تمام بیانات خانۂ خدا یعنی مسجد خرم پور دروازہ میں بیٹھ کر لیے گئے اور قلم بند کیے گئے۔ بیانات دینے والوں سے کہہ دیا گیا تھا کہ ان کا یہ بیان خانۂ خدا میں اس لیے قلم بند کیا جا رہا ہے کہ کوئی شخص حالات کو غلط بیانیوں سے مخلوط نہ کرے اور جتنا جسے معلوم ہے، صرف اسی قدر بیان دے۔ شہادتیں عینی ہونی چاہئیں، سماعی نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک مسلمان جس کے دل میں ذرہ برابر نورِ ایمان ہو، وہ اس صورت میں ہرگز رنگ آمیزی اور مبالغہ کے ساتھ واقعات کو بڑھا چڑھا کر بیان نہیں کر سکتا۔ پھر ایک مسلمان جس نے چند ہی دن قبل مظالم کا وہ دردناک نظارہ دیکھا اور بھگتا ہو کہ جس کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہوں، کس طرح خانۂ خدا میں غلط بیان دے سکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں پورا یقین ہے کہ جو بیانات ہمیں دیے گئے ہیں، وہ حادثات اور مظالم کی سچی تصویر ہیں۔ اور جو اسباب فسادات بیان کیے گئے ہیں وہی درحقیقت بناء فساد ہو سکتے ہیں، سُرتی کے قبولِ اسلام کا واقعہ تو صرف آڑ بنایا گیا

ہے اور اسی طرح ایک قریشی مسلمان کے عالمِ نشہ میں گالیاں دینے کا افسانہ بھی گھڑا گیا ہے۔ تا کہ فساد کی ذمہ داری مسلمانوں پر ڈالی جاسکے، حالانکہ واقعات وشواہد اس کے صریح منافی ہیں جیسا کہ تفصیلاتِ ذیل سے ظاہر ہے۔

فرخ نگر کے ہولناک واقعات کے سننے اور سمجھنے اور ۲۴؍جولائی کے روز قیامتِ صغریٰ کی تفصیلات تک پہنچنے سے قبل ضروری ہے کہ فرخ نگر کی تاریخی حیثیت، اس کے محلِ وقوع اور یہاں کے ہندو مسلمان باشندوں کے تعلقاتِ قدیم اور دونوں کی اقتصادی، تجارتی اور سیاسی حالت پر روشنی ڈال دی جائے تا کہ حالات وضاحت کے ساتھ سامنے آجائیں۔

فرخ نگر کی تاریخی حیثیت:

فرخ نگر آج سے تقریباً ۲۵۰ برس قبل شہنشاہ دہلی فرخ سیر کے عہد سلطنت میں نواب دیر خاں صاحب ساکن خرم پور نے آباد کیا تھا۔ نواب دلیر خاں کو بارگاہ خسروی سے ’’فوجدار خاں‘‘ کا خطاب بھی تھا۔ چنانچہ آج تک فرخ نگر کے حصار کے دہلی دروازہ پر جو اچھی حالت میں ہے اور جس کی فصیل بھی اچھی حالت میں ہے ’’قلعہ فوجدار خاں‘‘ کا کتبہ تاریخ ہند کے تین صد سال قبل کے عہدِ عدل وانصاف کی یاد تازہ کر رہا ہے۔ قلعہ کے تین دروازہ ہیں، جن میں دہلی دروازہ کے بعد خرم پور دروازہ مشہور ہے جو ۱۸۵۷ء کی تاریخی روایات کا بھی حامل ہے۔ کیونکہ فتح دہلی کے بعد برطانوی افواج نے اس راستہ سے قلعہ پر گولہ باری کر کے قلعہ فوجدار خاں پر قبضہ کیا تھا۔ جب کہ سلطنت مغلیہ کے آخری تاج دار دہلی شہنشاہ ابوظفر محمد بہادر شاہ کی حمایت کے جرم میں نواب صاحب فرخ نگر گرفتاری کے بعد تختۂ دار پر چڑھائے گئے تھے۔ ریاست فرخ نگر بحق سرکار برطانیہ ضبط ہوگئی اور ایک وفادار کو اس کا کچھ حصہ بہ شکلِ جاگیر منتقل کیا گیا۔ یہ جاگیرداری اب تک قائم ہے مگر اندرونِ قلعہ آبادی میں نہیں بلکہ بیرونِ قلعہ اراضیات و دیہات اس میں شامل ہیں۔ اور علاء الدین حیدر حاں صاحب موجودہ جاگیردار، جو ایک کمزور طبیعت انسان ہیں، بقید حیات ہیں۔ اگر یہ جاگیردار صاحب اپنا منصب پہچانتے تو مسلمانوں کی وہ درگت نہ بنتی جو مقامی اور ان کی سازش سے نواحی ہندوؤں نے بنائی، جس میں کم وبیش انہی جاگیردار صاحب کے...... ہندو جاٹ امیر سَینی وغیرہ...... مزارعین بھی شامل ہیں۔

فرخ نگر کا محلِ وقوع:

فرخ نگر ضلع گوڑگاؤں کا ایک قصبہ ہے، جو گوڑگاؤں سے جانب شمال مغرب آباد ہے۔ زمین ریتلی اور پانی شور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں گرمی شدت کی پڑتی ہے۔ آبِ خنک بھی کم میسر آتا ہے مگر بیرونِ حصار چند کنوئیں آبِ شیریں کے بھی ہیں۔ جہاں سے سقہ اور کہار مسلمانوں اور ہندوؤں کے لیے پینے کا پانی لاتے ہیں۔ اندرونِ حصار کے کنوئیں کھاری ہیں۔ جن کا پانی پینے کے علاوہ دیگر ضروریات میں کام آتا ہے۔ موجودہ حملہ میں بھی پانی کی اس نوعیت کا کافی اثر پڑا۔ تمام محصور مسلمانوں کو بارہ گھنٹے تک آبِ شیریں کا ایک قطرہ نہ ملا، جبکہ حملہ آور جو حصار کے باہر سے آرہے تھے وہ سب آبِ شیریں سے متمتع ہوتے تھے۔ گویا ایک دوسری کربلا کا نمونہ تھا کہ یزیدی گروہ آبِ سرد وشیریں سے متمتع ہورہا تھا اور حسینی اس سے محروم، مگر جامِ شہادت سے سرشار، فرخ نگر کے نواح میں تقریباً یک صد دیہات آباد ہیں گو ان میں سے اکثر کے نام تو اسلامی ہیں مگر ان دیہات میں مسلمانوں کے گھر دو یا تین یا چار سے زیادہ نہیں۔ گویا آٹے میں نمک کا بھی دسواں حصہ۔ ان دیہات میں سے چند کے نام یہ ہیں اور یہی وہ دیہات ہیں جہاں کہ ہندوؤں نے کسی نہ کسی پہلو فرخ نگر کے

مسلمانوں کے خلاف حملہ یا اعانتِ اشتعال انگیزی یا مالی اعانت سے کام لیا۔ ان دیہات میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

جانب شرق: سلطان پور:

جو گوڑ گاؤں سے فرخ نگر جانے والی سڑک پر گڑھی ہرسرو جنکشن سے تقریباً چار کوس پر واقع ہے۔ فرخ نگر جانے والی ریل بھی یہاں ٹھہرتی ہے۔ فرخ نگر یہاں سے تین کوس ہے، یہاں اسٹیشن وغیرہ کچھ نہیں۔ ایک ہندو کانٹے والا سرخ جھنڈی لے کر وقت آمد و روانگی ریل آجاتا ہے۔ یہی یہاں کا اسٹیشن ماسٹر ہے، یہی بکنگ کلرک، یہی سب کچھ ہے۔ اس گاؤں میں مسلمانوں کے صرف تین یا چار گھر ہیں۔ باقی سب ہندو جاٹ اور اہیر ہیں۔ یہاں کا ذیلدار بھی ہندو ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے نوابی نو مسلمہ (سُرتی) کو جسے بنائے فساد بتایا جاتا ہے، تقریباً صبح سات بجے روزِ روشن میں مُسمّٰی جھنّی اور اس کے ساتھی ہندوؤں نے جو فرخ نگر سے اس کے ساتھ ہی اسی ٹرین میں سوار ہوئے تھے، زبردستی اس کے خاوند منّا سے چھین کر اغوا کیا اور اسے ذیلدار کے پاس لے گئے اور پھر وہاں سے غائب کر دیا۔ فرخ نگر میں اور خود سلطان پور میں تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہاں کے ہندوؤں نے فرخ نگر کی چڑھائی اور حملہ میں خاص طور پر حصہ لیا۔ اس سمت تقریباً پچیس (۲۵) گاؤں آباد ہیں، جنھوں نے حملہ میں خاص طور پر شرکت کی۔

جانب شمال:

مبارک پور، اسماعیل پور، فتح پور، سوڈا کھیڑا۔ ماڑسہ وغیرہ وغیرہ پینتیس گاؤں آباد ہیں۔

مبارک پور:

وہ گاؤں ہے جہاں ۲۳ اور ۲۴ کی درمیانی شب کو پچیس (۲۵) دیہات نے جمع ہو کر فرخ نگر پر حملہ کا مشورہ کیا۔ ان دیہات میں گئو رکھشا کے نام پر امداد کے لیے فرخ نگر کے مفسد مہاجنوں نے خطوط بھجوائے تھے۔ یہی وہ دیہات ہیں جو سب سے پہلے فرخ نگر پر چڑھ آئے تھے، جنھیں جب وہ گئوشالہ کے پاس فرخ نگر میں داخل ہونے کے لیے پہنچے تو انھیں ایک صاحب حیثیت ہندو اور کچھ پولیس افسران نے سمجھا بجھا کر واپس کیا۔

جانب غرب:

یعقوب پور، دوٹا۔ کھیڑہ، خرم پور، کالاسہ، گوگانہ، ماسٹری وغیرہ گاؤں آباد ہیں، جنھوں نے حملہ میں حصہ لیا۔

خرم پور:

ان دیہات میں خرم پور بھی تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ عہد شاہ جہانی سے جب کہ شاہ جہان ولی عہد کی حیثیت سے شہزادہ خرم کہلاتے تھے، اسی کے نام پر فرخ نگر کا تاریخی دروازہ خرم پور گیٹ موسوم ہے۔

جانب جنوب:

فاضل پور، تاج نگر، جونہاداس، ...... جمال پور، سید پور، محمود پور، سیوازہ وغیرہ آباد ہیں۔ ان دیہات میں بسنے والوں نے حملہ میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ خرم پور دروازہ پر انھی نے مورچہ لگا رکھا تھا۔ بعد میں مشرقی و شمالی و غربی حملہ آوروں نے مشترکہ طور پر مدد دے کر مسلمانوں پر عصر کے وقت یلغار کی اور اس یلغار کے بعد ہی محلّہ بیوپاریاں اور نوہٹہ محلّہ میں حملہ آور گھس گئے اور قتل و غارت گری، لوٹ اور آتش زدگی کا سلسلہ شروع کر دیا۔

آبادیٔ فرخ نگر:

فرخ نگر کی کل آبادی تقریباً ۵ ہزار نفوس پر مشتمل ہے، جس میں ڈیڑھ ہزار کے قریب مسلمان ہیں۔ جن میں مغل، بلوچ، پٹھان، اور قریشی برادری قابلِ ذکر ہے۔ قریشی برادری میں مویشیوں کی تجارت کا کام ہے، جن کا مال کلکتہ وغیرہ جاتا ہے اور اوسط طبقہ کپڑے کی تجارت بیرون فرخ نگر اور ادنیٰ طبقہ مزدوری وغیرہ، پلے داری، بہلی چلانا اور گاڑی بانی وغیرہ اندرونِ شہر کرتا ہے۔ قریشی برادری میں شیخ رحمت اللہ سب سے بڑے جاندار اور متمول تاجر ہیں۔ وہی ان کے سربراہ شخص ہیں۔ چنانچہ انہی کی حویلی کو خاص طور پر لوٹا گیا اور مسجد خرم پورہ محلّہ یعنی مسجد قریشیاں ہی کی بے حرمتی کی گئی اور قریشیوں ہی کے مکانات کو نقصان پہنچایا گیا اور دو کو نذرِ آتش کیا گیا۔ قصبہ کے دیگر معزز مسلمانوں میں امام وحیدالدین امام مسجد جامع جنھیں قتل کے لیے بلوائی تلاش کرتے پھرے، حکیم خان محمد خان صاحب قریبی عزیز نواب صاحب چھتاری وزیراعظم حیدرآباد، عبدالحمید صاحب نمبردار اور رحیم الدین صاحب تاجر پارچہ وغیرہ وغیرہ ہیں۔ مسلمانوں کی اقتصادی حالت نہایت نازک اور کمزور ہے۔ تمام قصبہ میں ایک مسلمان پرچونیا ہے۔ بساطیوں کی تین دکانیں ہیں، تین دکانیں پان چھالیہ کی ہیں۔ غرضیکہ چند گھروں کے علاوہ باقیوں کا حال ’’جو دے گا تن کو، وہی دے گا کفن کو‘‘ کے مصداق ہے۔ تاہم گرد ونواح کے تمام دیہات میں فرخ نگر ہی مسلمانوں کا مرکز دینی وسیاسی وعددی سمجھا جاتا ہے اور بیرونی دیہات کے پسماندہ مسلمان فرخ نگر ہی سے آس لگائے رکھتے تھے جو خود بتیس (۳۲) دانتوں میں زبان کی حیثیت سے ہے۔ چنانچہ اسی مرکزی حیثیت کو فنا کرنے کے لیے فرخ نگر ہی پر حملہ کیا گیا تاکہ مہاسبھائی ذہنیت کا مشن پورا ہو جائے اور مٹھی بھر مسلمانوں کو کچل کر رکھ دیا جائے۔

ہندو:

ہندوؤں میں مہاجن، راجپوت، جاٹ، اہیر، سینی، کھاتی، مالی، جٹیئے، مانی، دھانک، چمار وغیرہ بیسیوں ذاتیں آباد ہیں۔ جن میں مہاجنوں کے ہاتھ میں بوجہ سودی لین دین تجارت، منڈی، فرخ نگر کے نواح کے دیہات میں بسنے والے ہندو مسلمانوں کی نکیل ہیں۔ منڈی، اناج، تھوک فروشی، پارچہ وکریانہ ہاتھ میں ہے۔ سودی لین دین کے سبب دولت ان کی لونڈی ہے مگر بسوے داری وجاگیرداری مسلمانوں کی ہونے کے سبب ہندو سرمایہ وسازش سے مسلمانوں کو کچلنے کے بہانہ تلاش کر رہا تھا۔ چنانچہ من جملہ اور باتوں کے ’’سُرتی‘‘ کے اسلام لانے کو بھی ایک بہانہ بنا کر ۲۴؍ جولائی کا حادثۂ خونیں سامنے لایا گیا۔

ہندوؤں میں صاحبِ اقتدار ہستیاں:

لکھی بنیا سراوَگی مودی مہاراجہ صاحب سردھی، رام چندر بنیا سراوَگی سکنہ میواڑی، ڈاکٹر رام چند (ہندوؤں کا شہنشاہِ سیاست)، ہیرا مہاجن، جانکی مہاجن، رامیشور مہاجن، چھٹن لال مہاجن، دینا مہاجن، منشی رام مہاجن، خوشیا مہاجن، یہ لوگ متمول ہیں اور رُلیا برہمن، ہیرا مالی، جھامیا مالی، جانی مالی، سوتر مالی، سوبھا رام مالی، ہرسُہائے دفعدار، چوکیدار مُولا مالی، جھَنّی برہمن، گردھاری اہیر، جمن اہیر، لیلا جاٹ۔ اپنے اقتدار اور مفسدہ پردازی میں نمایاں ہستیاں ہیں۔ اسی قصبہ میں چودھری رسال ایک مرنجاں مرنج اور معزز شخص ہے۔

(جاری ہے)

میرا افسانہ

قسط نمبر:۱۸

مفکر احرار، چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

اب شاعروں میں ماعر کی سنئے۔ صدارت تو سنبھال لی۔ مگر تقاضا ہوا۔ کہ صدر صاحب بھی کچھ ''اچریں''۔ یہاں دھواں دھار تقریر کام نہ دے سکتی تھی۔ بلکہ خیالات کے ساتھ لفظوں کے حسن ترتیب کی نمائش ضروری تھی۔ الفاظ کی اس مینا کاری کو میں کیا جانوں۔ عمر میں پہلی دفعہ شعر کہنے پڑ گئے۔ پہلے دن قلم لے کر بیٹھا تو ایک مصرعہ گز دوسرا سوا گز نکلا۔ طبیعت میں اوزان کا شعور پیدا نہ ہوا تھا۔ آخر مشق سے کچھ طبیعت رواں ہوئی۔ لیکن شاعری مجبوری کی تھی، جیل میں پیدا ہوئی اور اسی جگہ ختم ہوگئی۔ یہ شعر صدری شاعری کے ''چند مفصلہ نمونے'' نہیں۔ بلکہ میری شاعری کا طول وعرض یہی ہے:

بلبلیں روئیں کھلے جس وقت پھول اور زوال حسن کی فریاد کی
حسن نے دیکھا ذرا سا گھور کر عقل حیراں ہوگئی نقاد کی
شوق دل میں خود ہی پیدا ہوگیا اجڑی بستی حسن نے آباد کی

☆

پکارا جب دل رفتہ کو میں نے کہا زلفوں میں الجھایا گیا ہوں
سنا کرتا تھا ان کی چکنی چپڑی انہیں باتوں سے پھسلایا گیا ہوں
نگاہ لطف پر ٹھہرا تھا سودا کھری قیمت پہ بکوایا گیا ہوں
'نکل جا شہر سے' تھا حکم حاکم بس اس پر سال دھروایا گیا ہوں

☆

اک نگاہ کے لاکھ گھائل ہوگئے ہم ترے جادو کے قائل ہوگئے
غزنوی تھے جن کے آباء بت شکن سنتے ہیں اک بت پہ مائل ہوگئے
بادشاہوں کے لیے جھکتے نہ تھے وہ بھی تیرے در کے سائل ہوگئے
عشق بازوں کی ہوئی ترکی تمام ختم جب ان کے وسائل ہوگئے
جیل سے لکھوں میں کیسے درد دل منقطع رسل و رسائل ہوگئے

☆

ہے غلامی ایسی قوموں پر نثار مرد جن کے سست وکاہل ہوگئے
روح آزادی وہاں آتی نہیں فرض سے اپنے جو غافل ہوگئے
ہیں مبارک باپ وہ جن کے پسر غازیوں میں جا کے شامل ہوگئے
راہ حق میں لڑنے والوں کی نہ پوچھ جان دی جنت میں داخل ہوگئے

ہند میں پیدا ہوئے بھی تو صغیر مصطفٰے ترکی میں کامل ہوگئے
جان دے راہ خدا میں اور سمجھ طے تصوف کے مراحل ہوگئے
ہے جہاد اسلام کا اصل اصول ہم تو اس نکتے کے قائل ہوگئے

☆

تنگدل دوست سے خوش کب دلِ احباب ہوا جوئے کم آب سے گلزار نہ شاداب ہوا
چاندنی رات میں گلگشت کو نکلی سلمٰی رو برو دیکھنے مہتاب کو مہتاب ہوا
اس کی تعبیر سے فطرت بھی گریزاں ہی رہے زندگی کیا ہوئی بس خواب سا اک خواب ہوا
تذکرے عشق ومحبت کے زبانوں پہ رہے ان میں دلچسپ و دل آویز مرا باب ہوا
سنگدل بت ہیں زمانے کے مگر وہ تو نہیں درد دل جونہی سنایا اسے بے تاب ہوا

☆

جوانی گنوائی تھی عشق بتاں میں طبیعت نہ پیری میں بھی باز آئی
مرے دل کی دولت لٹی جارہی ہے دہائی الٰہی! الٰہی دہائی!
نظر آئے حسن وجوانی کے جلوے ذرا سینہ تانا، ذرا لی جمائی
بہت دون کی شیخ صاحب نے لی تھی پتے کی بتائی تو گردن جھکائی
شرارت سے غصے کی صورت بنائی قیامت مری جان پر اس نے ڈھائی

☆

وہ ساعت بری تھی بری ساعتوں میں پڑا قوم پر جب تنباکو کا سایا
مکدر ہوا شیشہ دین مبیں کا دھواں دل پہ مسلم کے حقے کا چھایا
مجاہد کی ہمت ہزیمت سے بالا اسے پست حقے نے کرکے دکھایا
جنہیں اپنی تہذیب کا ادعا تھا انہیں پایۂ خلق سے بھی گرایا
اڑایا دھواں اور اڑی گھر سے برکت پناہ ہم خدایا! پناہ ہم خدایا!

☆

خانہ خراب عشق سے کس کو ملی شفا اس دردِ لا دوا کی دوا ہو تو جانیے
طعنہ نہ دردِ عشق کا دے مجھ کو بے خبر وہ میٹھا میٹھا درد چکھا ہو تو جانیے
نیکی کا اپنے واسطے طالب ہے ہر کوئی کی غیر کے لیے بھی دعا ہو تو جانیے
ہم سا گناہ گار کوئی دوسرا نہیں بخشش کا جام ہم کو عطا ہو تو جانیے
ہاں آپ کی نوازش اول کا شکریہ اک جام ہم کو اور عطا ہو تو جانیے
راہ خدا میں دنیا لٹا دی تو کیا ہوا ہاں راہ حق میں سر کٹا ہو تو جانیے
کہتے ہیں مستحقِ کرم ہیں گناہ گار میرا بھی عاقبت میں بھلا ہو تو جانیے

ہر روز رونے دھونے کے قائل نہیں ہیں ہم — بس ایک آہ...... آہِ رسا ہو تو جانیے

☆

وصل میں بھی غیر کا وہ ذکر فرماتے رہے — پھول کے پہلو میں بیٹھے خار ہم کھاتے رہے
وہ اٹھی کالی گھٹا یاد آگئی زلف سیاہ — درد سینہ میں اٹھا اور سانپ لہراتے رہے
عاشقوں کا نالۂ شب گیر سن کر یہ کہا! — کون تھے شورید سر جو رات ٹراتے رہے
سنگدل قاتل بہت ہیں پر کوئی ان سا نہیں — وہ تڑپنے کی خطا پر مجھ کو ٹھکراتے رہے
میٹھی باتیں غیر سے مجھ پر نگاہ خشمناک — پھول پھینکے ان پہ مجھ پر تیر برساتے رہے
میری کیا ہستی تھی مشق ناز کر جاتے رہے — ان کی بخشش ہے کہ دل پر جور فرماتے رہے
کجروی ہے عشق سے نا آشنا ہونے کا نام — عشق جب دل کو لگا سب پیچ وخم جاتے رہے
جان دے کر جلوہ جانانہ آتا ہے نظر — ورنہ عاشق کیوں وفا میں کھال کھنچواتے رہے
دار پر چڑھ کر نہیں رہتا کوئی محروم دید — طور پر موسیٰ تو ناحق غش پہ غش کھاتے رہے
بزدلی کی زندگی سے موت بہتر جان کر — بانکے ترچھے نوجواں سر اپنا کٹواتے رہے
کر بھروسا حق تعالیٰ پر جو کودے آگ میں — ان کی خاطر نار سے گلزار بن جاتے رہے

☆

غیر کی آنکھوں کا تو تنکا بھی آتا ہے نظر — دیکھتا ہے کون اپنی آنکھ کے شہتیر کو
اے بتو کتنا بنو تم بن نہیں سکتے خدا — تم میں عادت ہی نہیں جو بخش دو تقصیر کو

☆

اجڑی دنیا میں کہاں حضرت آدم کو قرار — باغ جنت میں پہنچ کر جو پریشاں نکلا
پیشوا کس کو بنائیں رہ حق کے طالب — جو معلم تھا فرشتوں کا وہ شیطاں نکلا
زندگانی میں مصیبت ہی مصیبت دیکھی — آخرش موت ہی سے درد کا درماں نکلا
راز محفوظ تھا دل میں دیا آنکھوں نے پتہ — مرا مخبر تو مرے گھر ہی کا درباں نکلا

☆

ایسی دنیا کے لیے دین بگاڑا جس نے — سودا مہنگا کیا اس نے بڑا ناداں نکلا
دنیا تاریک تھی جب تک نہ تھا وہ جلوہ فروز — ظلمتیں دور ہوئیں جب مہ تاباں نکلا
اُمّی آیا تو ہوئے علم کے دریا جاری — فیض صحبت سے ہر اک عالم دوراں نکلا

☆

اے صوفی! آ کہ سرِ دار دکھا دوں — کیا صاف ہم اللہ کا گھر دیکھ رہے ہیں
یورپ کو تو بارود سے تسخیر کی دھن ہے — اک ہم ہیں کہ آہوں کا اثر دیکھ رہے ہیں
واں گیس سے بجلی سے لڑی جاتی ہیں جنگیں — یاں سان پہ گھس گھس کے تبر دیکھ رہے ہیں

ہم شعر میں لاتے ہیں لب لعل کے مضمون
وہ کھود کے خود کان گہر دیکھ رہے ہیں
وہ چیر کے آتے ہیں یہاں سات سمندر
ہم حسن کے دریا میں بھنور دیکھ رہے ہیں
وہ کر چکے سر قطب شمالی کی ہمیں
ہم زلف کو ہوتے ہوئے سر دیکھ رہے ہیں
اغیار کمر بستہ ہیں دنیا نئی ڈھونڈیں
احباب ابھی عرض کمر دیکھ رہے ہیں

☆

رات دن ان کو منانا ہے مقدر میرا
ان کا ہر روز کا شیوہ ہے خفا ہو جانا
ہاتھ تو زیست سے میں دھو ہی چکا ہوں لیکن
ان کے دیدار سے ممکن ہے شفا ہو جانا
گر نہیں دیکھا تو آؤ یہ تماشا دیکھو
جان سے جانا مرا ان کی ادا ہو جانا
دل دیا میں نے جونہی اس نے نگاہیں بدلیں
کیا زمانہ ہے بھلا کرنا' برا ہو جانا

☆

تلاشی لی پولیس نے شیخ جی کی اور براہمن کی
ادھر نکلیں تو تصویریں ادھر نکلے تو بم نکلے
دل عاشق کو جب چیرا بہت الٹا بہت پلٹا
اٹھا کر تہ بہ تہ دیکھا تو پیکان الم انکلے
لیا اہل نظر نے جائزہ سارے حسینوں کا
بہت نکلے حسیں دنیا میں لیکن تم سے کم نکلے

☆

وہ زندگی کے لطف کو کیا جانتا ہے جو
محبوب کے گلے کا ہوا ہار بھی نہیں
وہ عشق کی گلی میں قدم کیوں دھرے بھلا
جو ساری عمر رونے کو تیار بھی نہیں

☆

وہ تو بگڑے تھے مگر ہے موت بھی روٹھی ہوئی
ان کا شکوہ کیا کہ ہم سے ہے قضا بگڑی ہوئی
بگڑا کیا وہ گلبدن غنچہ دہن سر و چمن
باغ محبوبی کی ہے ساری فضا بگڑی ہوئی
نو گرفتاروں سے حال ملک پوچھا تو سنا
آج کل سارے وطن کی ہے ہوا بگڑی ہوئی
منہ چڑاتا ہے مرا حاسد ذرا صورت تو دیکھ
شکل تیری کس طرح ہے بے حیا بگڑی ہوئی
مست و کاہل کی زبان پر ورد رہتا ہے سدا
آج کل تقدیر ہے بے انتہا بگڑی ہوئی
دل ہی جب ٹوٹا تو پھر دنیا کا راگ اور رنگ کیا
ساز جب بگڑے تو آتی ہے صدا بگڑی ہوئی

☆

آؤ اے نا مہرباں کر لو جفا دل کھول کر
آئے ہیں کوچے میں تیرے کھال کھنچوانے کو ہم
حال دل میں نے کہا منہ پھیر کر بولے حضور
سنتے سنتے تھک گئے ہیں تیرے افسانے کو ہم
اللہ اللہ کیا فرائض مختلف تجویز ہیں
جھڑکیاں دینے کو وہ اور پھول برسانے کو ہم
اس بت کافر نے باندھا ہے ہمیں زنار میں
الوداع اے شیخ جی جاتے ہیں بت خانے کو ہم

☆

ہر اک نگاہ سے لب بستہ پھول کہتے ہیں — کہ اس چمن میں نہ کوئی زباں دراز کرے
جسے نہ علم میں بہرہ ہو اور نہ دانش میں — برے بھلے میں بھلا کیا وہ امتیاز کرے
کہو کہ عشق کو روز ازل سے ناکامی — ہوئی ہے عشق نہ کوئی بھی عشق باز کرے
نگہ میں پھرتی ہے اس بت کی صورت دل کش — ہاں! کس طرح سے ادا کوئی اب نماز کرے
کلی کے کھلتے ہی لے کر اڑی ہوا خوشبو — ہنسی میں بھی کوئی افشا نہ اپنا راز کرے
یہ حسن وعشق کی دنیا کا ہے عجب قانون — کہ حکم دولت محمود میں ایاز کرے

☆

واہ کیا وہ وقت تھا جب تھا زمانہ سازگار — آنکھ تھی محو تماشا، تھی میسر دید یار
ایک لطف زندگانی تھا میسر پے بہ پے — دل میں جنت تھی کھلی اورغم نے راہ پائی نہ تھی
کیا بتاؤں راز دل درد آشنا قصہ نہ پوچھ — کس طرح سے درد کا ہم کو ملا حصہ نہ پوچھ
پوچھ اتنا حال کیا ہے اور سن یہ مختصر — چوٹ وہ کھائی دل پر جو کبھی کھائی نہ تھی

ہاں وہ ہے اک شاہ خوباں، تاجدار حسن وعشق — جس کی تابانی سے تاباں تھے دیار حسن وعشق
کیا کہوں وہ ہے مَلک یا مُلکِ خوبی کا نگار — صورت دلکش کبھی ایسی نظر آئی نہ تھی

ہے افق پر شعر ونغمہ کے وہ رشک آفتاب — اس کی مستانہ اداؤں کا نہیں کوئی جواب
اس کی رعنائی کے آگے ماند تھے شمس وقمر — طور سینا پر بھی ایسی جلوہ فرمائی نہ تھی

حسن کا دریا تھا وہ اس کا تبسم موج خیز — طوطیٔ گل ریز وہ انفاس اس کے عطر بیز
بوٹا بوٹا گلشن ہستی کا دیکھا آنکھ نے — حاشا للہ ایک بھی گل میں وہ رعنائی نہ تھی
چارہ سازو کچھ کرو میں اس سے چھٹ کر لٹ گیا
اس طرح کی سخت آفت عمر بھر آئی نہ تھی

☆

اک ناز میں بیٹھی تھی پیتم کی یاد میں — اور تھا ہجومِ غم دلِ حوریں نژاد میں
کڑھتی تھی بار بار زباں سے یہ کہتی تھی — بس چند دن تو ہوتے ہیں حسن اورنکھار کے
اب کے بھی دن گزر گئے یونہی بہار کے
سکھیاں اڑاتی رنگ ہیں ہر صبح وشام سے — میں راہ تکتی رہتی ہوں ہر روز بام سے
تم میٹھی بانی بول کر الفت جتاتے تھے — اب قصے بھول بیٹھے ہو الفت کے پیار کے
اب کے بھی دن گزر گئے یونہی بہار کے

آؤ کبھی تو گھر کہ ہوں میں انتظار میں جو بن ٹپک رہا ہے ہر ایک سبزہ زار میں
کھلتی ہیں عطر میں ڈوبی ہوائیں بھی تم بن دکھاؤں کس کو بنا اور سنوار کے
اب کے بھی دن گزر گئے یونہی بہار کے

☆......☆......☆

بظاہر ہم ناکام جیلوں سے نکلے لیکن تحریک میں بے حد اخلاص تھا۔ ہندو مسلم جھگڑے کی طرف ہمارا ذہن نہ گیا تھا۔ اس لیے خدا نے مسلمانوں میں ہمیں مقبولیت دی اور ہندوؤں کے بھی ناراض ہونے کی کوئی معقول وجہ نہ تھی۔ کیونکہ تمام کشمیر کی غریب قوم کے لیے ہم لڑے تھے۔ ہماری قربانیاں کشمیر کی آزادی کے لیے تھیں محض مسلمانوں کو نوکریاں دلانا مقصود نہ تھا۔ جب احرار جیلوں سے باہر آئے تو برسات کے خوشگوار بادلوں کی طرح ان کے اثر و رسوخ کا سایہ سارے ملک پر چھا رہا تھا۔ گذشتہ تحریک کشمیر میں ہم نے محسوس کیا کہ مرزائیت عیسائیت کی حلیف بن کر محاذِ اسلام ہے بلکہ دین متین کے نشو و ارتقا کے لیے امر بیل کا حکم رکھتی ہے۔ اسلامی سیاست کے جسم سے اس ناسور کو دور کرنا مذہب کی بھی سب سے بڑی خدمت ہے۔

مولوی عبدالکریم مباہلہ نے ...... جو کسی وقت مرزائیت کے پر جوش داعی تھے اور مرزائی گروہ کے لیڈروں کی ہوس کار گھناؤنی داستان کے باعث ان سے علیحدہ ہو گئے تھے...... مشورہ دیا کہ احرار کا دفتر قادیان میں کھول دیا جائے۔ مذہبی اعتبار سے یہ فرقہ اسلامی تنظیم کے لیے زہر ہلاہل سے کم نہ تھا۔ دین مکمل ہو چکا۔ یہ قرآن کا فیصلہ ہے۔ تکمیل دین کے بعد نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی ''لا نبی بعدی'' کے قول فیصل نے تو تمام نقلی دلائل پر پانی پھیر دیا۔ بہر حال ہم نے اس فتنہ کے سدِّ باب کے لیے قادیان میں دفتر کھول دیا تا کہ ان دشمنانِ دین کی نگرانی ان کے مرکز میں رہ کر ہو سکے۔ اس پر مرزائیت نے بڑا طوفان اٹھایا۔ انہیں حکومت وقت کی تائید حاصل تھی، ہمیں جیلوں سے نکلتے ہی اور مقابلہ پڑ گیا۔ انگریزی تعلیم یافتہ مذہب سے بیزاری کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں لیکن خدا غریق رحمت کرے علامہ سر اقبال کو ان کی قلمی معاونت سے ہمیں بے حد تقویت ہوئی۔ وہ مجلس احرار کے یوں بھی دلی دوست تھے، ان کی بروقت تحریروں کے باعث ہمارا قادیانی محاذ مضبوط ہو گیا۔ گورنمنٹ نے مرزائیت کے ایماء پر سید عطاء اللہ شاہ بخاری پر (جو وقت کے بے مثال خطیب ہیں) مقدمہ چلایا۔ جس کا فیصلہ دیتے ہوئے مسٹر کھوسلہ سیشن جج نے مرزائیت کی حقیقت کو بے نقاب کر دیا۔ یہ فیصلہ اس فرقہ کے لیے بم کا گولہ تھا۔ مسلمان بھی ایک حد تک بیدار ہو گئے۔ لیکن حکومت نے مرزائیت کو بچانے کے لیے مجلس احرار پر پابندی لگا دی کہ قادیان سے آٹھ میل کے اندر وہ کوئی کانفرنس نہ کر سکے۔ یہاں تک بس نہیں کی بلکہ ہمارے ایک سو کارکنوں پر مقدمات چلا کر انہیں جیل میں ڈال دیا ہر چند مرزائی قادیان میں قتل و غارت کا بازار گرم رکھتے ہیں۔ انہیں کوئی نہیں پوچھتا۔ تاہم یہ سارے واقعات ہمارے اثر و رسوخ میں اضافہ کا باعث بن رہے تھے۔

اب احرار ہندوستان بھر میں ایک بے پناہ قوت ہو چکی تھی۔ اس لیے اس کو فنا کرنے کے لیے بہت سی قوتیں تدابیر سوچ رہی تھیں۔ (جاری ہے)

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام: ذکراللہ کے حلقے جنت کے باغات　　**تالیف:** حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی دامت برکاتہم　　**صفحات:** ۴۳۲

قیمت: درج نہیں　　**ناشر:** ادارۃ الشیخ، جامعہ دارالعلوم زکریا، بستی انوارِ مدینہ D-15 ترنول، اسلام آباد

دنیا و مافیہا میں سب سے بڑی حقیقت اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ سب انبیاء کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ اس حقیقت کو اپنے مخاطبین کے قلوب میں راسخ کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری تاریخ میں بڑا آدمی ہمیشہ اس کو سمجھا جاتا رہا ہے جو سب سے زیادہ اس حقیقت سے متحقق ہو۔ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والتسلیمات نے بہترین لوگوں کی پہچان یہ بتائی ہے کہ جو نہ صرف یہ کہ خود اللہ تعالیٰ کی یاد کے حامل ہوتے ہیں بلکہ ان کو دیکھنے والوں کو بھی یہ نعمت نصیب ہو جاتی ہے۔ یہی وہ ادراک ہے جو انسان کو ہر خوبی حاصل کرنے اور ہر برائی سے بچنے پر مستقل آمادہ و تیار رکھتی ہے۔ اگر یہ نعمتِ عظمیٰ میسر نہ ہو تو کوئی عمل بھی اچھائی اور قربِ الٰہی کا سبب نہیں بن سکتا۔

مسلمانوں کی سب بابرکت جماعتوں میں سے حضرات صوفیائے امت وہ گروہ ہیں جنھوں نے اپنی ساری جدوجہد کا مرکز ومحور اسی ایک مبارک نعمت کو بنا رکھا ہے۔ وہ زندگی بھر اسی نعمت عظمیٰ کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ جو ان میں سے اس نعمت کے حصول سے بہرہ یاب ہو جاتے ہیں ان کے تمام اوقات اسی کی پاسداری و آبیاری میں صرف رہتے ہیں۔ ان کے حواس، ان کے اعضاء و جوارح، ان کی زبانیں اور ان کے قلوب ہمیشہ ایک مسلسل تذکرہ اور ایک پیہم یاد کے نم سے تروتازہ رہتے ہیں۔ حضرات صوفیائے محققین میں سے شیخ الحدیث برکۃ العصر حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ کی شخصیت ابھی ماضی قریب میں ہی گزری ہے۔ حضرت شیخ الحدیث سرگروہ مقبولانِ عالم کا درجہ رکھتے تھے۔ روحانی مراتب و مدارج تو ہم جانتے نہیں لیکن حضرت شیخ کی حیاتِ طیبہ پر نظر ڈالنے سے اتنا تو ظاہر بینوں کو بھی نظر آتا ہے کہ ان کی زندگی اپنے خالق و مالک جل مجدہ اور ان کے پاک پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے ذکر و تذکار کی تلقی و اشاعت میں ہی صرف ہوا۔ حضرت شیخ کو اپنے دورِ آخر میں ذکر و شغل کے حلقات قائم کرنے کی طرف ارتکازِ توجہ ہو گیا تھا۔ حضرت اپنے اہلِ تعلق کو مستقل طور پر اسی ایک مقصد کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔

زیرِ نظر کتاب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے خلیفۂ مجاز اور سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ امدادیہ کے شیخ طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی زیدت الطافہم کی تالیف ہے جس میں حلقاتِ ذکر، مجالسِ شغل و مراقبات کی فضیلت و اہمیت پر انتہائی بنیادی اور مستند نوعیت کا مواد یکجا کیا گیا ہے۔ کتاب کے استناد اور لائق استفادہ ہونے کے لیے ان حضرات گرامی کے اسمائے مبارکہ ہی بہت ہیں۔ کتاب معنوی و باطنی قیمت کے ساتھ ساتھ ظاہری محاسن سے بھی مزین ہے۔ اور طباعتی و اشاعتی خوبیوں کا ایک مکمل مظہر بھی۔ (تبصرہ: صبیح ہمدانی)

اخبارُالاحرار

مرکزی ناظم دعوت وارشاد جناب ڈاکٹر محمد آصف کا تین روزہ دورہ ڈیرہ اسمٰعیل خان (رپورٹ: محمد عاصم)

مجلس احرار اسلام کے شعبہ دعوت وارشاد کے ناظم جناب ڈاکٹر محمد آصف صاحب تین روزہ دورے پر ڈیرہ اسمٰعیل خان تشریف لائے۔ انھوں نے متعدد مقامات پر ختم نبوت کورسز اور عمومی اجتماعات سے خطاب کیا۔

20/فروری 2020ء کو ڈاکٹر محمد آصف صاحب رات 10 بجے ڈیرہ اسمٰعیل خان پہنچے۔

21/فروری، بروز جمعہ مسجد امیر حمزہ کچی پائند خان میں خطاب جمعہ۔ (1گھنٹہ) تقریباً 400 افراد کا اجتماع تھا۔ خطاب کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ دوسری نشست، بستی ترین میں، قاری محمد طارق صاحب کے ہاں ہوئی جس میں 150 افراد شریک ہوئے۔ علماء کرام اور مفتی صاحبان سے ایک ڈیڑھ گھنٹہ نشست رہی اور سوال جواب ہوئے۔ تیسری نشست، مسجد نمرہ، انجم آباد، مولانا خادم حسین کے ہاں ہوئی تقریبا 250 افراد شریک ہوئے۔ مغرب تا عشاء سوال جواب کی نشست ہوئی۔

22/فروری، ہفتہ، نماز فجر کے بعد بستی دین پور مسجد سیدنا صدیق اکبر، چاچا اسلم (نائب ناظم) کے ہاں نشست ہوئی۔ 70 سے 80 حضرات شریک تھے۔ آخر میں سوال جواب بھی ہوئے۔ دوسری نشست شجاع ہال۔ ڈسٹرکٹ بار ڈیرہ اسمٰعیل خان میں وکلا سے خطاب، بعدازاں وکلا کے سوالات کے جوابات بھی دیے۔ تقریباً 200 وکلا شریک ہوئے۔ محترم سلیم جان خان ایڈووکیٹ نے دعا کرائی۔ نشست 11 بجے سے 12:30 تک جاری رہی۔ جبکہ تیسری نشست دار بن کلاں مسجد گنبد والی۔ (ختم نبوت کورس) عصر تا عشاء۔ تقریباً 300 افراد کا اجتماع ہوا۔ آخر میں سوال جواب کی نشست ہوئی۔

23/فروری، اتوار، بستی ڈیوالہ، مسجد الفردوس میں 9 بجے سے 10:30 تک پہلی نشست ہوئی۔ دوسری نشست تقریبِ دستار بندی حفظ قرآن، مفتی محمد عرفان صاحب کے مدرسہ میں 11 بجے سے 1:30 تک رہی۔ تقریباً 350 افراد شریک ہوئے۔ آخر میں سوال و جواب کی مجلس ہوئی۔ تیسری نشست مکی مسجد، پروآ میں عصر تا عشاء ختم نبوت کورس تقریباً 250 افراد شریک ہوئے۔

24/فروری، صبح، قاری محمد عرفان، مدینۃ العلوم، یوسف گیلانی ٹاؤن، 200 افراد کا اجتماع۔ علماء کرام اور عوام نے بھرپور شرکت کی۔

ان اجتماعات کے انعقاد میں مجلس احرارِ اسلام ڈیرہ اسمٰعیل خان کے ذمہ داران جناب قاری محمد احسان (امیر جماعت) محمد عاصم (نائب امیر) جناب حاجی مشتاق صدیقی (ناظم) چاچا محمد اسلم (نائب ناظم) اور کارکنانِ احرار نے بہت محنت کی۔ الحمدللہ عوام کے تمام طبقات نے شرکت کی۔ ہر طبقے تک تحفظ ختم نبوت اور دعوت اسلام کا پیغام پہنچایا گیا۔ شرکاء کو مجلس احرارِ اسلام کا تعارف کرایا گیا اور جماعت میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ سوال و جواب کی نشستوں میں شرکاء نے بے تکلفی سے سوالات کیے اور ڈاکٹر صاحب کے مدلّل جوابات سے بہت مطمئن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی محنت کو قبول فرمائے۔ ان شاء اللہ ان اجتماعات کا سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

لاہور (6 فروری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، نائب امیر پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، میاں محمد اویس اور دیگر رہنماؤں نے یوم یکجہتی کشمیر کے حوالے سے کہا ہے کہ عالم کفر اور عالمی استعمار گریٹر اسرائیل کے منصوبے پر عمل پیرا ہے۔ کشمیر کے الحاق کے بغیر پاکستان نامکمل ہے۔

مہا تیر محمد میں امت کی قیادت کی صلاحیت موجود ہے کشمیر کمیٹی نے کشمیر کاز کے لیے کچھ نہیں کیا موجودہ حکمران مسئلہ کشمیر پر سفارتکاری میں بری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ پاکستان بنتے وقت مسئلہ کشمیر کے کیس کو خراب کیا گیا اور قادیانیوں نے باؤنڈری کمیشن کے ذریعے سازشی کردار ادا کیا یوں ضلع گورداس پور کو پاکستان کی بجائے انڈیا میں رکھنے کی درخواست دے دی جس سے کشمیر کو جانے کا پاکستان کے لئے راستہ بند ہو گیا۔عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ آج بھی کشمیر کاز پر قوم کو دھوکے میں رکھا جا رہا ہے اور عالمی کفریہ ایجنڈے کی تابعداری کی جارہی ہے ایسے میں عوام کو ہوش کے ناخن لینے چاہییں اور حکمرانوں اور سیاستدانوں کے عزائم سے باخبر رہنا چاہیے۔

لاہور (9 فروری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ عالمی استعماری قوتیں پاکستان کے خلاف سازشوں کے ایجنڈے کو جاری رکھے ہوئے ہیں، کشمیر کو بین الاقوامی سازشوں کا مرکز بنا دیا گیا ہے مخصوص طبقے کو ملک وقوم پر مسلط کر کے اپنے ایجنڈے کی تکمیل کرائی جا رہی ہے۔انہوں نے کہا کہ کشمیر پر حکومتی خاموشی سوالیہ نشان ہے، معیشت قرضوں پر قرضے لیکر چلائی جارہی ہے ملک کو بیچ کر کے رکھ دیا ہے۔انہوں نے کہا کہ مہنگائی اور بیروزگاری پر کنٹرول کرنے میں حکومت بے بس نظر آ رہی ہے، وزیر اعظم کا بیان کہ عوام کو ریلیف دینا ریاست کی ذمہ داری ہے عوام کے ساتھ بھونڈا مذاق ہے، عوام کو سہولیات دینے کی بجائے منہ کا نوالہ چھینا جا رہا ہے، دینی وسیاسی جماعتوں کو مل کر ملک کی بہتری کے لیے کام کرنا ہوگا۔انہوں نے کہا کہ ملک کی خوشحالی اور امن اسلامی نظام کے نفاذ میں ہی مضمر ہے، اسلامی سزاؤں کے نفاذ سے ملک میں بڑھتی جرائم کی شرح کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

لاہور (10 فروری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ متعدد مقامات پر قادیانیوں نے جعل سازی کر کے مسلم ووٹر لسٹوں میں اندراج کرایا ہے جو کہ انتہائی قابل مذمت اور شرانگیز ہے۔انہوں نے الیکشن کمیشن سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کی اس غیر قانونی حرکت کا فی الفور نوٹس لیتے ہوئے ان کے نام مسلم ووٹر لسٹوں سے خارج کیے جائیں اور ان کا اندراج غیر مسلم اقلیتی لسٹوں میں کیا جائے۔انہوں نے کہا کہ قادیانی ملکی آئین کو تسلیم نہ کر کے بغاوت کے مرتکب ہو رہے ہیں، ریاست ان کے ساتھ باغیوں جیسا سلوک کرے۔انہوں نے کہا کہ ختم نبوت کے کارکن اپنے اپنے حلقوں میں جا کر ڈسپلے سنٹر پر ووٹر لسٹوں کی جانچ پڑتال کریں جہاں کہیں ایسی دھوکہ دہی کی گئی ہو اس کی فوراً نشاندہی کریں تا کہ قادیانیوں کی اس سازش کو ناکام بنایا جاسکے۔انہوں نے کہا کہ کئی شہروں میں فارم 16 پر اعتراضات اٹھائے گئے ہیں لہذا الیکشن کمیشن اور نادرا ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے قادیانیوں کی ایسی کارروائیوں کا نوٹس لے اور ان اعتراضات کا خاتمہ کرے۔تا کہ ملک میں انتشار کی فضا پیدا نہ ہو۔انہوں نے حکومت اور الیکشن کمیشن سے مطالبہ کیا کہ وہ مسلم اور غیر مسلم کے فرق بابت الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے آگاہی مہم چلائیں تا کہ جن جن علاقوں میں قادیانیوں نے دھوکہ دہی کی ہے اس کا مناسب تدارک اور ازالہ ہو سکے۔

لاہور (14 فروری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے قائدین ، رہنماؤں اور مبلغین ختم نبوت نے کہا ہے کہ فتنہ انکار ختم نبوت کا اصل علاج اسوہ سیدنا صدیق اکبرؓ میں پنہاں ہے، جنہوں نے آپ ﷺ کے حکم سے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا قلع قمع کروایا اور اس معرکے میں بارہ سو حفاظ حضرات صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ پوری امت کی نجات آپ ﷺ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے میں ہے اور حضرات صحابہ کرامؓ نے دین پر جس استقامت کے ساتھ عمل کر کے دکھایا وہ اسوہ ہی ہمارے لیے قابل عمل ہے۔مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے

کہا ہے کہ سودی معیشت کے ہوتے ہوئے پاکستان اقتصادی طور پر اپنے پاؤں پر کبھی کھڑا نہیں ہوسکتا۔سود کی بقاء دراصل یہود ونصاریٰ کا ایجنڈا ہے تاکہ کمزور ممالک کا استحصال جاری رہے۔مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ خلیفہ اول بالفصل سیدنا صدیق اکبرؓ کا منکرین ختم نبوت کیخلاف جہاد پوری امت مسلمہ کے عقیدے کی عکاسی کرتا ہے۔انہوں نے کہا کہ تحریک ختم نبوت 1953ء کے دس ہزار شہداء کی یاد میں 6مارچ کو ملک بھر میں یوم شہداء ختم نبوت منایا جائیگا جبکہ مارچ کا پورا مہینہ مختلف مقامات پر ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد ہوگا اور قادیانی ریشہ دوانیوں کو طشت از بام کیا جائیگا۔سید عطاء اللہ شاہ ثالث بخاری، قاری محمد یوسف احرار، میاں محمد اویس، مولانا محمد مغیرہ، مولانا تنویر الحسن احرار، ڈاکٹر محمد آصف، سید عطاء المنان بخاری، مولانا محمد سرفراز معاویہ، مولانا عتیق الرحمٰن علوی اور دیگر نے اپنے اپنے خطبات و بیانات میں کہا ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور قادیانی ریشہ دوانیوں کا سدباب ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔انہوں نے کہا کہ پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کو ہماری بہادر فوج کے ہوتے ہوئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔مختلف رہنماؤں نے کہا ہے کہ اسلام کے نفاذ کی پرامن جدوجہد اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا حق ہمیں آئین دیتا ہے اور اس حق کو سلیقے سے بیان کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔انہوں نے کہا کہ ترکی کے صدر طیب اردگان کا تمام پاکستانی پرجوش خیر مقدم کررہے ہیں جو دونوں ممالک کے لیے نیک شگون ہے۔علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات ڈاکٹر عمر فاروق احرار نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ فروری، مارچ اور اپریل میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام مختلف سطح پر تربیتی و تعلیمی پروگراموں اور کورسز کو حتمی شکل دی جارہی ہے، جن کا اعلان چند روز میں کردیا جائیگا۔

لاہور (15 فروری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل میاں محمد اویس نے کہا ہے کہ عقیدہ ختم نبوت دین اسلام کی اساس ہے۔ پورے دین کی عمارت اسی عقیدہ پر کھڑی ہے۔اس عقیدے میں ذرہ برابر تشکیک بھی حالت کفر وارتداد تک لے جاتی ہے۔امت نے ہمیشہ اس عقیدے کے تحفظ کے لیے بے مثال قربانی دی ہے۔انہوں نے کہا کہ قادیانیت ایک دجالی فتنہ ہے اس فتنے کی سرکوبی وقت کا تقاضا ہے۔قادیانی پوری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ 1953ء کے دس ہزار شہداء ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے امسال بھی مارچ میں شہداء ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد کیا جائے گا۔

بسلسلہ دعوت 15ویں سالانہ شہدائے ختم نبوت کانفرنس منعقدہ دار بنی ہاشم، احرار رہنماؤں کی سرگرمیاں

مجلس احرار اسلام ملتان کے زیر اہتمام تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت 1953 کے دس ہزار شہداء کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے حسب روایت اس سال بھی 4 مارچ بروز بدھ بعد نماز مغرب، پندرھویں سالانہ شہدائے ختم نبوت کانفرنس دار بنی ہاشم میں منعقد ہونا طے پائی۔اس کانفرنس کی تیاری اور دعوت کے لیے مجلس احرار اسلام ملتان کے مختلف یونٹس اور دیگر مقامات پر دعوتی دروس قرآن مجید اور خطبات جمعۃ المبارک کا اہتمام کیا گیا۔

7 فروری جمعہ بعد نماز مغرب، جامع مسجد ابوبکر صدیق، افضل سٹی نزد پرانی پل سورج میانی ملتان میں درس قرآن مجید، مجلس احرار اسلام ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل نے دیا جبکہ بعد نماز مغرب، حنظلہ مسجد، حنظلہ چوک نزد سیوڑہ چوک میں قاری محمد لقمان کی دعوت پر مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما مفتی سید صبیح الحسن ہمدانی نے درس قرآن مجید ارشاد فرمایا۔

14 فروری جامع مسجد طوبیٰ میں مولانا محمد اکمل نے جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا اور جامع مسجد نور الاسلام، نور الاسلام کالونی نزد رضا آباد چوک میں مجلس احرار اسلام ملتان کے رہنما مفتی نجم الحق نے اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔

21 فروری جامع مسجد الخلیل نیو لطیف آباد میں مولانا محمد اکمل نے جمعہ کے اجتماع سے خطاب جامع مسجد کرنالوی

مین بازار قاسم بیلہ میں مفتی نجم الحق نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

22 فروری بروز ہفتہ بعد نماز مغرب، ادارہ علوم دینیہ اشاعت القرآن، کڑی جمنداں بابر روڈ میں تکمیل قرآن مجید کی تقریب سے مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی نائب امیر مولانا سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کیا جبکہ بعد نماز عشاء جامع مسجد کرنالوی مین بازار قاسم بیلہ میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل مولانا سید عطاء اللہ ثالث بخاری نے 25 ویں سالانہ یوم سیدنا امیر المومنین خلیفہ سادس وعادل وراشد وبرحق امیر معاویہ سلام اللہ علیہ کے عنوان سے منعقدہ اجتماع سے خطاب کیا۔

23 فروری بروز اتوار جامعہ نعمانیہ نظامیہ قدیر آباد میں طلباء سے اور بعد نماز عصر جامع مسجد مکی بستی نواں شہر، باقر پور لاڑھ میں سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کیا۔

24 فروری بعد نماز عصر لال مسجد کینٹ جبکہ بعد نماز عشاء جامع مسجد رشیدیہ، رشید آباد خانیوال روڈ میں بھی سید محمد کفیل بخاری نے اصلاحی بیان کیے۔تمام مقامات پر احرار رہنماؤں نے احرار کارکنان اور دیگر حضرات کو 4 مارچ بروز بدھ بعد نماز مغرب مجلس احرار اسلام ملتان کے زیر اہتمام دار بنی ھاشم میں منعقدہ 15 ویں سالانہ شہدائے ختم نبوت کانفرنس جبکہ 6 مارچ بروز جمعہ بعد نماز مغرب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے زیر اہتمام اسٹیڈیم قلعہ کہنہ قاسم باغ میں منعقدہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں بھرپور انداز میں شرکت کی دعوت دی، احرار کارکنان اور دیگر حضرات نے احرار رہنماؤں کو دونوں کانفرنسوں میں اپنی شرکت کی یقین دہانی کروائی اور اپنے اپنے حلقے میں کانفرنسوں کی کامیابی کے لیے بھرپور محنت کرنے کا بھی عزم کیا۔

سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس

04 مارچ 2020ء بروز بدھ، بعد نماز مغرب

جامع مسجد ختم نبوت، دار بنی ہاشم ملتان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام فقید المثال

ختم نبوت کانفرنس

06 مارچ 2020ء

بعد نماز مغرب

تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے

اسٹیڈیم قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان

تحریک ختم نبوت مارچ 1953ء کے دس ہزار شہداء کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے

06 مارچ 2020

جمعۃ المبارک

یوم شہداء ختم نبوت

ملک بھر میں منایا جائے

قائد احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالی

کی تمام مکاتب فکر سے پرزور اپیل

شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام پاکستان

خصوصی اشاعت ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان

محسن احرار ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کے حوالے سے ان شاء اللہ العزیز خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔تمام احباب، رفقاء وکارکنان احرار اور قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنے تأثرات، مضامین، منظوم کلام، خطوط اور یادداشتیں وغیرہ جلد از جلد دفتر ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان کو ارسال فرماویں۔

برائے رابطہ وترسیل: دفتر ماہنامہ نقیب ختم نبوت، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

مسافرانِ آخرت

☆ چیچہ وطنی میں ہمارے معاون شیخ مقصود احمد کے برادرِ نسبتی شیخ ظہیر احمد (لاہور) گزشتہ دنوں انتقال کر گئے، مرحوم، شیخ عبدالواحد (گلاسکو) کے عزیز تھے اور تبلیغی جماعت سے منسلک تھے۔

☆ دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے سابق طالب علم واستاد، قاری محمد سلیم 30۔جنوری، جمعرات کو علالت کے بعد گوجرانوالہ میں انتقال کر گئے، مرحوم طویل عرصہ سے گوجرانوالہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے اور گوجرانوالہ جماعت کی سرگرمیوں میں شریک ہوتے تھے، نماز جنازہ جلہ آرائیں کی جنازہ گاہ میں رات ساڑھے نو بجے ادا کی گئی، جو سید محمد کفیل بخاری نے پڑھائی، عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد قاسم، رانا قمر الاسلام نے بھی شرکت کی۔

☆ دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے صدر مدرس، استاذ القراء قاری محمد قاسم کی والدہ ماجدہ 10رفروری پیر کو انتقال کر گئیں، نماز جنازہ بعد نماز عصر جلہ آرائیں میں ادا کی گئی، علماء کرام، دینی کارکنوں اور علاقہ بھر سے لوگوں نے شرکت کی، نماز جنازہ حضرت مولانا علامہ شبیر الحق کشمیری (خیر المدارس) نے پڑھائی، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر احباب نے بھی شرکت کی، جامعہ خیر المدارس ملتان اور چیچہ وطنی سے ساتھیوں اور قاری صاحب کے حلقۂ احباب نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

☆ مجلس احرار اسلام کراچی کے رہنماء مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی کے بہنوئی حافظ طارق محمود، انتقال: 8رفروری۔

☆ مجلس احرار اسلام مہر پور ضلع مظفر گڑھ کے کارکن صوفی محمد اقبال یکے بعد دیگرے دو جواں سال بیٹیاں انتقال کر گئیں

☆ مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کے استاد مولانا محمود الحسن کے ماموں، انتقال 3 فروری

☆ حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ کے بہنوئی حافظ محمد شفیق صاحب، انتقال 4 فروری

☆ مجلس احرار اسلام ناگڑیاں ضلع گجرات کے کارکن بھائی محمد فاروق کے والد محترم محمد اسماعیل، انتقال: 2 فروری

☆ مجلس احرار اسلام بڑی بستی آرائیں جتوئی کے نائب امیر بھائی منیر احمد کی والدہ مرحوم گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن ظہور حسین کے بھائی نجیب الرحمٰن قادری گزشتہ ماہ انتقال کر گئے

☆ حضرت قاری نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم محمد اختر رحمہ اللہ اور پیر غلام حبیب نقشبندی کے خلیفہ مجاز اور مولنا محمد احمد حافظ کے مرشد، انتقال 17 فروری 2020

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن شیخ محمد علی کی خالہ اور ساس محترمہ گزشتہ ماہ انتقال

☆ تحریک طلباء اسلام کے سابق رہنما جناب رانا زاہد (بھکر) کی اہلیہ مرحومہ، انتقال 8 فروری 2020

☆ ہمارے قدیم مہربان و مخلص بھائی شیخ محمد حسن (اسلامی کلاتھ کبیر والا) کی اہلیہ مرحوم اور مولانا عمر فاروق (مہتمم جامعہ سراج العلوم کبیر والا) کی چچا زاد انتقال: 8 فروری 2020ء

☆ مجلس احرار اسلام کے کارکن مولوی محمد ابوذر (رنگ پور) کی والدہ محترمہ، انتقال: 22رفروری

اللہ تعالیٰ سب مرحومین کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ آمین

نامور محقق اور اہل بیت نبوی اور اصحاب رسول ﷺ
کی عزت وناموس کے پاسبان حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ
(محمدی شریف، ضلع چنیوٹ) کے مکاتیب زیورِ طبع سے
آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں۔

اہل علم کے ساتھ مراسلت کی دستاویز

جلد اول

مکاتیبِ نافع

تالیف: ڈاکٹر حافظ عثمان احمد
ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

صفحات ۶۴۰، سائز کلاں، اعلیٰ کاغذ، قیمت ۸۰۰ روپے

اس کے علاوہ

حیاتِ نافع

قیمت ۸۰۰ روپے

ناشر

رحماء بینھم ویلفیئر ٹرسٹ محمدی شریف تحصیل بھوانہ ضلع چنیوٹ
0320-9916977, 0333-9916977

تقسیم کار:

دار الکتاب، اردو بازار، لاہور 0300-8099774

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱)......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔''
(مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔''
(مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY
کیئر فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز
Head Office: Canal View, Lahore
اَلحَمدُلِلّٰہ!
فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ
آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس